شرحِ صحیح بخاریؒ

غزالہ حامد



کتب احادیث میں صحیح بخاری یعنی "الجامع الصحیح" کو جو اہمیت حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ائمہ حدیث اور تمام محدثین کرام اس کو بلااتفاق "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" قرار دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کی دو سو سے زائد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں محترمہ غزالہ حامد نے ان شرحوں اور ان کے مصنفین کے کوائف محنت، تحقیق اور عرق ریزی سے جمع کئے ہیں۔ ان شرحوں میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کی نشان دہی کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان کے قلمی نسخے دنیا کے کس کس کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

"شروح صحیح بخاری" کے نام سے محترمہ غزالہ حامد کی تصنیف اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ اس موضوع کے بارے میں اتنی زیادہ معلومات کسی زبان میں یکجا نہیں ملیں گی۔ غزالہ حامد پہلی مصنفہ ہیں جنہوں نے انتہائی محنت و کاوش سے یہ مقالہ تحریر کیا ہے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ پہلا اشاعتی ادارہ ہے جو اسے شائع کر کے اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

قیمت -/۶۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروحِ صحیح بخاری

شرحِ صحیح بخاری ؒ

غزالہ حامد

بنت

پروفیسر عبد القیوم

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ

۲۔ کلب روڈ، لاہور

طبعِ اوّل	۱۹۹۱ء
ناشر	محمد سہیل عمر ناظمِ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۔ کلب روڈ، لاہور
مطبع	کمبائن پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/۳۰ روپے

اس کتاب کی طباعت و اشاعت اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی مالی معاونت کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ شکریہ!

انتساب

اپنے والدِ محترم

پروفیسر **عبد القیّوم** مرحوم

کے نام

حرفے چند

کتب احادیث میں صحیح بخاری یعنی "الجامع الصحیح" کو جو اہمیت اور قدر و منزلت حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ ائمہ حدیث اور تمام محدثین کرام اس کو بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے اور آئندہ لکھا جائے گا۔ ۱۹۶۶ء میں محترمہ غزالہ بٹ نے ایم، اے اسلامیات کا ایک مقالہ شروح بخاری سے متعلق پنجاب یونیورسٹی میں پیش کیا تھا، یہ مقالہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس مقالے کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ کس محنت سے لکھا گیا ہے اور لائق مقالہ نویس نے کس تحقیق اور عرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے۔ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ صحیح بخاری کی چھوٹی بڑی اب تک دو سو سات شرحیں لکھی جا چکی ہیں، ان شرحوں میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کی نشان دہی بھی کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے قلمی نسخے دنیا کے کس کس کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ یہ مقالہ پروفیسر ملک محمد اسلم (استاد حدیث شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) کی نگرانی میں سپرد قلم کیا گیا تھا۔ ملک صاحب مرحوم بڑے باخبر اور منجھے ہوئے عالم تھے۔ یہ بہت بڑی علمی خدمت ہے جو ان کی نگرانی میں محترمہ غزالہ بٹ نے سرانجام دی۔

غزالہ بٹ کا مختصر الفاظ میں تعارف یہ ہے کہ یہ پروفیسر عبدالقیوم کی صاحب زادی ہیں، جو پہلے گورنمنٹ کالج (لاہور) میں عربی کے پروفیسر تھے۔ پھر ریٹائرمنٹ کے بعد اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) میں سینئر ایڈیٹر مقرر کیے گئے۔

انگریزی اور اردو کی بہت سے کتابوں کے مصنف اور ممتاز سکالر تھے۔ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء کو فوت ہوئے — یہ مقالہ پروفیسر صاحب کے مطالعے میں آچکا تھا اور اُنھوں نے اپنی صاحب زادی کو بہت سی معلومات بھی دی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مندرجات و مشمولات کے اعتبار سے یہ مقالہ بڑا جامع ہے۔

غزالہ بٹ نے جو شادی کے بعد غزالہ حامد بٹ کہلائیں، انتہائی محنت و کاوش سے صحیح بخاری کی دو سو سے زائد شرحوں کا سراغ لگایا ہے۔ لیکن اس عظیم الشان کتاب کی چند شرحیں اور بھی ہیں یا یہ کہ کسی نہ کسی نہج سے اس کے علاوہ بھی اس پر کام ہوا ہے، جس کا ذکر اس مقالے میں نہیں ہو سکا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم اور اصحاب فضل کی اس خدمت کا مختصر الفاظ میں یہاں تذکرہ کر دیا جائے۔

۱۔ **فیض الباری:** صحیح بخاری کے بارے میں یہ مولانا انور شاہ کشمیری کے افادات و تحقیقات ہیں جو عربی میں ہیں اور چار جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ان افادات کو مولانا بدر عالم میرٹھی نے جمع اور مرتب کیا۔

۲۔ **انوار الباری:** یہ بھی صحیح بخاری سے متعلق مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے افادات کا مجموعہ ہے جو اُردو زبان میں ہے اور اس کے مرتب شاہ صاحب کے داماد مولانا احمد رضا صاحب بجنوری ہیں۔ اس کی بیس جلدیں چھپ چکی ہیں اور ابھی کام جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس کی دس جلدیں اور ہوں گی۔

۳۔ **لامع الدراری:** یہ صحیح بخاری کے سلسلے میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے ان افادات پر مشتمل ہے جو انھوں نے درسِ بخاری کے دوران میں ارشاد فرمائے۔ اس کے جامع و مرتب مولانا محمد زکریا کاندھلوی ہیں۔

۴۔ **فضل الباری:** صحیح بخاری کے بعض اہم موضوعات پر یہ مولانا شبیر احمد عثمانی کی درسی تقریریں ہیں جو قاضی عبدالرحمٰن نے مرتب کی ہیں اور دو جلدوں پر محیط ہیں۔

۵۔ **ارشاد الساری:** یہ مفتی رشید احمد لدھیانوی کی تصنیف ہے جو اردو میں ہے۔ اس کی چھ جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

۶۔ آزادی سے قبل مولانا محمد حنیف ندوی نے شرکت علمی لمیٹڈ (لاہور) کی طرف سے صحیح بخاری کے اردو ترجمے کا سلسلہ شروع کیا تھا، جس کے ساتھ اس صحابی کے حالات بھی اختصار کے ساتھ لکھے گئے تھے، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی اور پھر سلسلہ سند میں جو راوی آتے ہیں، ان کا تعارف کرایا گیا تھا، حدیث کا نہایت شستہ اردو میں ترجمہ اور اس کی جامع و مانع تشریح کی گئی تھی۔ یہ سلسلہ پانچ پاروں تک پہنچا تھا، ابتدا کا کچھ حصہ چھپا تھا، باقی مسودہ تھا۔ اب وہ مسودہ بھی معلوم نہیں کہاں ہے۔ شرکت علمی لمیٹڈ کا ماہانہ رسالہ "اسلامی زندگی" کے نام سے شائع ہوتا تھا اور صحیح بخاری کے اس ترجمہ و شرح وغیرہ کو اس کی بعض اشاعتوں میں شائع کیا گیا تھا۔ افسوس ہے یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچا۔ اگر یہ مکمل ہو جاتا تو بہت عمدہ کام تھا۔

۷۔ **تجرید البخاری:** سید رئیس احمد جعفری نے (تکررات حذف کر کے) صحیح بخاری کا اردو ترجمہ کیا تھا جو عرصہ ہوا لاہور کے ایک ناشر نے چھاپا تھا۔

۸۔ **ترجمہ صحیح بخاری:** ہندوستان کے ایک عالم مولانا محمد داؤد راز کا اُردو ترجمہ جو دہلی سے شائع ہوا۔

اس کے علاوہ بھی صحیح بخاری کے سلسلے میں کام ہوا ہوگا، جو ہمارے علم میں نہیں یا اس وقت ذہن میں نہیں آ رہا ہے۔ اسی برصغیر میں ممکن ہے بعض دیگر علمائے دین نے عربی، اردو، بنگلہ، پشتو وغیرہ زبانوں میں خدمات سر انجام دی ہوں اور ہم اس سے ناواقف ہوں۔

"شروح صحیح بخاری" کے نام سے محترمہ غزالہ حامد کی یہ تحریر ایڈٹ کر کے کتابی شکل میں شائع کی جا رہی ہے اور اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے۔ اس موضوع کے بارے میں اتنی زیادہ معلومات کسی زبان میں یک جا نہیں ملیں گی۔ غزالہ حامد پہلی مصنفہ ہیں جنھوں نے انتہائی محنت و کاوش سے یہ مقالہ تحریر کیا ہے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ پہلا اشاعتی ادارہ ہے جو اسے شائع کر کے اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

لائق احترام مصنف نے عربی عبارتوں کا ترجمہ چند مقامات پر ہی کیا ہے۔ ہم نے ایڈٹ کرتے وقت تمام عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ کر دیا ہے تاکہ وہ حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں جو عربی سمجھنے کی پوری استطاعت نہیں رکھتے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب:— تعارف حدیث ہے۔

دوسرا باب:— امام المحدثین امام بخاری کے حالات۔

تیسرا باب:— الجامع الصحیح۔

چوتھا باب:— شروح صحیح بخاری۔

ہمیں یقین ہے اہل علم میں یہ کتاب مقبول ہوگی اور اس کا مطالعہ دلچسپی سے کیا جائے گا۔

محمد اسحاق بھٹی

۳۱ — اگست ۱۹۹۰ء

۸ — محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

فہرست مضامین

دوسرا باب

تصانیف امام بخاریؒ

مخطوطات

نایاب تصنیفات

صفحہ نمبر

تیسرا باب

تالیف صحیح بخاری

چوتھا باب

صفحہ نمبر

گذارش احوال

صحیح بخاری کی شروح پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ امام بخاریؒ اور ان کی "الجامع الصحیح" کے بارے میں کچھ واقفیت حاصل کی جائے، اور "واقفیت" کی منزل تک پہنچنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا تعارف پیش کیا جائے۔

حدیث کے مفہوم و مطالب، اہمیت و ضرورت، عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین و تبع تابعین میں تدوین حدیث کے مختلف مراحل کا ہلکا سا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ آئندہ سطور میں اختصار کے ساتھ امام بخاریؒ کے حالات اور الجامع الصحیح کی تدوین و تالیف اور محاسن و فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

شروح صحیح بخاری کے سلسلے میں گذارش ہے کہ جتنی شروح کے نام میسر آسکے محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ ان کے مصنفین کے اسمائے گرامی کی فراہمی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی کامیابی عطا فرمائی ہے، اگر میں یہ کہوں کہ کسی زبان میں شروح صحیح بخاری کے اتنے نام یکجا نہیں مل سکتے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

امام بخاری کی الجامع الصحیح کی شروح مفصل بھی ہیں، متوسط بھی ہیں اور مختصر بھی۔ پھر صحیح بخاری کی مختصرات و منتخبات کی شروح لکھی گئیں۔ بخاری کے تراجم پر بہت کچھ لکھا گیا۔ اس کے رجال بھی زیر بحث آئے۔ بعض مفصل شروح کے اختصارات مرتب کیے گئے، بخاریؒ کی تعلیقات بھی لکھی گئیں اور پھر علما نے ان کو ہدف بحث ٹھہرایا۔ صحیح بخاری کی مشکلات کی توضیح بھی کی گئی۔ غریب الفاظ کی تشریح ہوئی، بخاری کی توضیحات لکھنے کے بعد اعراب و لغت کے شواہد بھی ضبط تحریر میں لائے گئے۔

مختصر یہ کہ صحیح بخاری کا کوئی علمی، ادبی، صرفی و نحوی، لسانی و لغوی اور فنی گوشہ ایسا نہیں جس پر اہلِ علم و فن اور اصحابِ نقد و نظر نے سیر حاصل بحثیں نہ کی ہوں۔ عربی شروح اور اردو تراجم و شروح کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری کی دو سو سے زائد شرحیں لکھی گئیں۔ ان کتابوں کی موجودگی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اُمّتِ محمدیہ نے اس اہم کتاب کو ہر پہلو سے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے انتہائی محنت و انہماک اور بہ درجہ غایت تحقیق و کاوش سے کام لیا ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں صحیح بخاری کے پڑھنے اور پڑھانے والے ہزاروں کی تعداد میں موجود رہے ہیں۔ یہ سب کچھ صحیح بخاری کی اہمیت اور رفعت کی غمازی کرتا ہے۔

میں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ شارحین کی تاریخ وفات کا اندراج کیا جائے۔ بعض مقامات پر تاریخ وفات کے اختلاف کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ البتہ بعض شارحین کی تاریخ وفات نہیں مل سکی۔ چند شارحین کے مختصر سے حالات بھی قلم بند کر دیے گئے ہیں۔ البتہ حافظ ابنِ حجر کے حالات ذرا طویل ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ "فتح الباری" جیسی اہم اور ضخیم شرح کے مصنف ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

پہلا باب

تعارفِ حدیث

حدیث

لغت میں حدیث کے معنی خبر، گفتگو، بات چیت، قصہ کہانی، نئی چیز اور زبانی روایت کے ہیں[1] قرآن مجید کے لیے "اَحْسَنُ الْحَدِیْث" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:-

ان احسن الحدیث کتاب اللہ[2]

اس کے علاوہ قرآن حکیم میں حدیث کا لفظ متعدد جگہ پر استعمال ہوا ہے۔

اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ٥ (الکہف: ۶)

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا (زمر: ۲۳)

خدا نے کتاب (قرآن) کی صورت میں نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ علم ہے، جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور احوال و تقریرات سے بحث کی گئی ہو۔ تقریر سے مراد وہ افعال و اعمال ہیں جو آنحضرتؐ کے سامنے کیے گئے تھے اور آپ نے انھیں جائز ٹھہرایا یا رضامندانہ سکوت اختیار فرمایا۔ حدیث کے مفہوم میں صحابہ کرام کے وہ اقوال بھی شامل ہیں جن میں کسی صحابی نے یہ بتایا کہ میں نے آنحضرتؐ کو کوئی کام کرتے دیکھا یا

---

[1] کتب لغات، تحت مادہ ح د ث

[2] صحیح البخاری، کتاب ۸، باب ۷۵

کچھ فرماتے سنا بالفاظِ دیگر سنت کے بیان کو حدیث کہتے ہیں[3]

حدیث کی شرعی اہمیت

شریعتِ اسلام کے دو سرچشمے ہیں، ایک قرآن مجید اور دوسرا حدیثِ نبوی ؐ۔ قرآن مجید کی توضیح و تشریح اور احکام الٰہی کی تفصیلات کو سمجھنے کے لیے حدیث کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ قرآن مجید کو اساسی قانون کی حیثیت حاصل ہے اور حدیث قانونِ ثانوی ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث حجتِ شرعی ہے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اتباع رسول ؐ اور ایمان بالرسول کا حکم دیا ہے۔ جب تک حدیث ہمارے سامنے نہ ہو ہم رسولِ کریم ؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

قرآن اور تمسک بالسنتہ

۱۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات: ۱۵)

مومن تو وہ ہیں جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الانفال: ۲۰)

اے ایمان والو! خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔

۳۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا (المائدہ: ۹۲)

خدا کی فرماں برداری اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو

۴۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسآء: ۸۰)

جو شخص رسول کی فرماں برداری کرتا ہے، اس نے بے شک خدا کی فرماں برداری کی۔

۵۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر: ۷)

جو چیز تم کو پیغمبر دے وہ لے لو، جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

[3] السنۃ قبل التدوین، محمد عجاج الخطیب ص ۲۰-۲۲، علوم الحدیث، صبحی الصالح ص ۳-۵

۶۔ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور: ۵۴)

اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو سیدھی راہ پاؤ گے۔

ان تمام آیات سے یہی آشکارا ہے کہ رسولِ کریم ؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری لازمی ہے اور ان کے حکم کو اللہ کے حکم کی طرح تسلیم کرنا فرض ہے۔ رسولِ کریم ؐ کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر فرمان و عمل فرمانِ خدا کی طرح واجب الاطاعت بلکہ عین فرمانِ خدا ہے۔ جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۚ (النجم: ۳-۴)

رسولِ خدا خواہش نفس کی بنا پر منہ سے بات نہیں نکالتے، یہ قرآن حکم خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تردید و تحریف کرنا عین قرآن کی تردید و تحریف کے مترادف اور صریح کفر ہے۔ خلیب عجاج رقم طراز ہیں۔

فتقبل المسلمون السنۃ من الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کما تقبلوا القرآن الکریم استجابۃً للہ و رسولہ، لانہا المصدر الثانی للتشریع بعد القرآن الکریم بشہادۃ اللہ عزوجل و رسولہ۔[1]

مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اسی طرح قبولیت کا مستحق گردانا جس طرح کہ اللہ اور رسول کے حکم کو مانتے ہوئے مستحقِ قبولیت گردانا تھا۔ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت کے مطابق سنت رسول قرآن کے بعد شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے۔

حدیث و سنت کے بغیر قرآن مجید کا سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ حدیث قرآن کی توضیح و تشریح کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر نماز کو فرض قرار دیا، لیکن نماز کے اوقات، ارکان اور رکعات کا تعین قرآن میں نہیں ملتا، اس کی تمام تفصیلات و کیفیات کی وضاحت حدیثِ رسول سے ہوئی۔ رسولِ کریم نے فرمایا:

[1] السنۃ قبل التدوین، محمد عجاج الخطیب، ص ۲۴، ۲۵

صلوا کما رأیتمونی اُصلّی [1]

یعنی تم اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

اسی طرح اللہ نے حج فرض کیا، لیکن حج کے مناسک کا قرآن میں ذکر نہیں ملتا۔ رسول کریمؐ نے حج کی کیفیت و مناسک کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

خذوا عنی مناسککم [2]

مناسک حج مجھ سے سیکھو۔

اللہ نے زکوٰۃ فرض کی، لیکن قرآن میں نصاب کا تعین اور مقدارِ زکوٰۃ کی وضاحت نہیں کی گئی۔ زکوٰۃ کا نصاب اور مقدارِ زکوٰۃ کا تعین رسولِ کریمؐ نے فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

آیت میں قطع ید یعنی ہاتھ کاٹنے کی خاص جگہ کی قید نہیں۔ اور ہاتھ کا اطلاق کف، ساعد اور ذراع پر ہوتا ہے۔ ولکن السنۃ قیدت القطع بان یکون من الرسغ

سنت نے قید لگادی کہ قطع ید پہنچے سے ہوگا۔

رسول کریمؐ کے پاس ایک چور لایا گیا؛ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

اُتیَ بسارقٍ فقطع یدہ من مفصل الکف [3]

رسول کریمؐ کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے اس کا ہاتھ پہنچے سے کاٹ دیا۔

مختصر یہ کہ حدیث درحقیقت قرآن کی تفسیر ہے، قرآن مجید کے اجمالی احکام کی تفصیل و تشریح حدیث بیان کرتی ہے، قرآن کے قواعد کلیہ کی تفصیلی جزئیات حدیث مہیا کرتی ہے، قرآن مجید کی طرح حدیث و سنت بھی نص شرعی ہے اور تمام فرقوں کے نزدیک

---

[1] صحیح بخاری طبع دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ ص ۱۲۵، ۱۲۶

[2] صحیح مسلم ص ۹۴۳ حدیث ۳۱۰ ج ۲ طبع مصر،

[3] السنۃ قبل التدوین: عجاج خطیب ص ۲۶

واجب العمل ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنے مشہور صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کو حاکم بنا کر یمن بھیجا تو پوچھا، تم کیسے فیصلے صادر کروگے؟ انھوں نے عرض کیا: قرآن مجید کی روشنی میں۔ آپؐ نے فرمایا اگر کسی معاملے میں قرآن خاموش ہو تو پھر کیا کروگے؟ عرض کیا، رسولِ کریمؐ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ [1]

اسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ نے قاضی شریح کو لکھا کہ جو مسئلہ قرآن میں موجود ہے، اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھو اور جو قرآن میں موجود نہیں، اس کے متعلق سنت نبویؐ کی اطاعت کرو۔ [2]

سنت کی اہمیت زبانِ پیغمبرؐ میں

۱۔ عبداللہ بن عمروؓ بن عوف سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنتی [3]

میں تمھارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تم ان پر عمل کرتے رہوگے، گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ دو چیزیں ہیں، قرآن مجید اور میری سنت۔

۲۔ من رغب عن سنتی فلیس منی [4]

جس نے میری سنت سے اعراض کیا، اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ من احب سنتی فقد احبنی [5]

جس نے میری سنت کو محبوب جانا، اس نے مجھے محبوب جانا۔

---

[1] فصول فی اصول التشریع الاسلامی: ص ۳۰

[2] فصول فی اصول التشریع الاسلامی: سلیمان ص ۳۰

[3] موطا امام مالکؒ

[4] متفق علیہ

[5] ترمذی

۴ - نَضَّرَ اللّٰہُ امرَأً سمع مقالتی فَوَعَاھَا وادّاھا حتی یؤدیھا الی من لم یَسْمَعھَا[1]

اللہ اسے خوش رکھے، جس نے میری بات سنی، پھر اسے یاد رکھا اور اس شخص تک پہنچایا، جس نے میری بات کو نہیں سنا تھا۔

۵ - خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم[2]

بہترین ہدایت وہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔

۶ - من احیا سنۃ من سنتی قد اُمِیتَتْ بَعْدِی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئاً[3]

جس نے میرے بعد میری مردہ سنت کو زندہ کیا، اس کو اتنا ہی اجر ملے گا، جتنا اس شخص کو ملے گا، جس نے اس پر عمل کیا، اس کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

۷ - علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[4]

تم میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقِ عمل کو اپنائے رکھو۔

۸ - رسولِ کریمؐ نے عام حکم فرمایا:

لیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع[5]

چاہیے کہ حاضر میری باتیں اس شخص کو پہنچا دے جو غائب ہے، بسا اوقات سننے والا سنانے والے سے زیادہ ذہین ہوتا ہے۔

۹ - ساتھ ساتھ ترہیب وتنبیہہ بھی کی ہے:

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار[6]

جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

---

[1] معرفۃ علوم الحدیث: امام حاکم ص ۲۷ [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۹۴
[3] ترمذی، ابن ماجہ [4] باب الاعتصام بالسنۃ الفتح الربانی، مسند احمد بتبویب جدید ۱: ۱۸۸ [5] متفق علیہ [6] بخاری کتاب العلم باب ۳۸

سنّت کی اہمیت علمائے حدیث کے نزدیک

۱ - امام اوزاعیؒ بیان کرتے ہیں:

ان السنۃ جاءت قاضیۃ علی الکتاب ولم یجیٔ الکتاب قاضیاً علی السنۃ[1]

سنتِ رسول، قرآن مجید کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے، قرآن مجید، سنت کے بارے میں فیصلہ نہیں کرتا۔

۲ - یحییٰ بن کثیرؒ کا بیان ہے:

السنۃ قاضیۃ علی القران ولیس القران بقاض علی السنۃ[2]

سنت قرآن پر قاضی ہے، قرآن سنت پر قاضی نہیں۔

۳ - امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

لولا السنۃ مافھم احدٌ مِنّا القرآن[3]

اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی شخص قرآن کو نہ سمجھ پاتا۔

جمع وتدوین حدیث

عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث

عہدِ نبویؐ میں حفاظتِ حدیث کے دو طریقے تھے۔ ایک حافظہ اور دوسرا کتابت۔ عربوں کا حافظہ بہت اچھا تھا اور ان کے ہاں اکثر قوتِ حافظہ سے کام لیا جاتا تھا۔ کتابت کا رواج بہت کم تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کا رواج عام کر دیا تھا۔

حضرت نبی کریمؐ کی حدیثیں اکثر وبیشتر زبانی یاد رکھی جاتی تھیں۔ ابتدائے نزول

---

[1] معرفۃ علوم الحدیث، حاکم ص ۶۵
[2] دارمی
[3] کتاب المیزان، امام شعرانی ص ۵۲

قرآن میں آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ سوائے قرآن کے اور کوئی چیز نہ لکھی جائے۔ حدیث میں آپؐ کے الفاظ یوں ہیں:

لا تکتبوا عنی غیر القرآن [1]

قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ آغاز وحی میں قرآن مجید کے ساتھ کوئی اور چیز شامل نہ ہونے پائے۔ جب صحابہ کرامؓ میں قرآن اور غیر قرآن کا شعور پیدا ہوگیا تو آپ نے کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ آپؐ نے بعض احادیث خود لکھوا کر بعض صحابہ کرامؓ کو دیں اور بعض صحابہؓ نے اپنے ذاتی علم اور یادداشت کے لیے حدیثیں لکھیں، مثلاً

۱۔ مکہ معظمہ میں قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص نے قبیلہ بنولیث کا ایک آدمی مار ڈالا آنحضرتؐ کو خبر ملی تو آپ نے مکہ مکرمہ کی عزت و حرمت نیز اس میں قتل و قتال کی ممانعت سے متعلق ایک خطبہ دیا۔ حاضرین میں سے ایک یمنی شخص ابو شاہ نے یہ عرض کیا کہ مجھے یہ باتیں لکھوا دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا:

اکتبوا لابی شاہ [2]

یہ باتیں ابو شاہ کے لیے لکھ دو۔

۲۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو ایک صحیفہ یعنی مختصر رسالہ لکھوایا، اس میں مدینے کا حرم ہونا، ذمیوں کے احکام، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کی حرمت، زمینوں کے نشانات و علامات کی چوری، والدین کو برا کہنے پر لعنت اور دیگر مسائل مرقوم تھے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری میں باب کتاب العلم یعنی لکھنے کی اجازت کا ذکر تو ہے لیکن لکھنے کی ممانعت یا کراہت کا کوئی باب نہیں۔

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۔ صحیح مسلم ج ۱۔ ص ۴۳۹۔ بحوالہ صحیفہ ہمام بن منبہ: ڈاکٹر حمید اللہ [3] صحیح مسلم ج ۲۔ ص ۴۴۲۔

۳۔ حضرت رسول کریمؐ نے حضرت رافع بن خدیج کو اپنی تمام حدیثیں لکھنے کی اجازت دی۔ [1]

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو بھی آنحضرتؐ نے اپنی تمام حدیثیں لکھنے کی اجازت دی تھی۔ [2]

تاریخی دستاویزات

اس کے علاوہ آپؐ نے کئی تاریخی دستاویزات لکھوائیں جن کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے۔

۱۔ آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کی شرائط لکھوا کر سہیل بن عمرو کو دی تھیں اور ایک نقل اپنے پاس رکھی تھی۔ [3]

۲۔ یہود مدینہ سے جو معاہدہ ہوا تھا آپ نے اُسے لکھوایا۔ [4] یہود خیبر کو ایک مقتول صحابیؓ کا خون بہا ادا کرنے کی تحریر آپ نے بھیجی تھی۔ [5]

۳۔ رسول کریمؐ نے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔

۴۔ آپؐ نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے مختلف علاقوں کے حکام کے پاس بھیجنے کے لیے مسائل زکوٰۃ لکھوا کر ایک جگہ جمع کر دیے تھے۔ احادیث میں اسی نوشتے کا نام "کتاب الصدقہ" مرقوم ہے۔ یہ کتاب حضرت عمرؓ کے خاندان میں عرصے تک رہی۔ [6]

---

[1] منتخب کنز العمال ج ۴۔ ص ۵۸، مجمع الزوائد ج ۱۔ ص ۶۰۔

[2] مسند احمد ج ۲۔ ص ۴۰۳، الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۲۔ ص ۳۴۷۔

[3] صحیح بخاری ج ۱۔ ص ۴۵۳، مسلم ج ۲ ص ۱۰۴،

[4] سیرۃ ابن ہشام ج ۱۔ ص ۱۷۸

[5] صحیح بخاری ص ۱۰۶۱ - ۱۰۶۷

[6] سنن ابی داؤد۔

آپؐ نے اپنے آخری عہد میں حدیثوں کی ایک عظیم الشان اور ضخیم تحریر تیار کرا کے حضرت عمرو بن حزمؓ صحابی کی معرفت اہلِ یمن کو بھجوائی تھی۔ اس میں تلاوتِ قرآن، نماز، زکوٰۃ، طلاق، عتاق، قصاص، خون بہا، نیز فرائض و سنن اور کبیرہ گناہوں کی تفصیلات درج تھیں[1]۔ امام ابن قیمؒ نے "زاد المعاد" میں اس کی بابت لکھا ہے کہ یہ ایک عظیم الشان نوشتہ تھی، اس میں بہت سے شرعی اور فقہی مسائل واحکام درج تھے۔

عہدِ نبوت کے مکتوبہ صحیفے

۱۔ صحیفہ سعد بن عبادہؓ

امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں رسولِ کریمؐ کی احادیث اور سنن درج تھیں[2]۔ ان کے بیٹے نے اس صحیفے سے روایت بیان کی[3]۔

۲۔ صحیفہ سمرہ بن جندبؓ

(۶۰ھ) حضرت سمرہ بن جندبؓ نے بھی حدیثیں جمع کیں، جو ان کے بیٹے سلیمان بن سمرہ کو وراثت میں ملیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ سلیمان نے اپنے باپ کے حوالے سے ایک بڑا رسالہ روایت کیا ہے[4]۔ اور ابن سیرین کہتے ہیں[5] کہ سمرہ نے اپنے بیٹوں کے لیے جو رسالہ لکھا اس میں علم کا عظیم ذخیرہ موجود ہے[6]۔

۱۔ نسائی ص ۲۷، ۲۸۔ جامع بیان العلم ج ۱۔ ص ۷۱، تاریخ بغداد ج ۸۔ ص ۲۲۸
۲۔ سنن ترمذی کتاب الاحکام باب الیمین مع الشاہد
۳۔ علوم الحدیث، صبحی الصالح ص ۲۴
۴۔ تہذیب التہذیب: ابن حجر ج ۴۔ ص ۱۹۸
۵۔ محمد بن سیرین البصری جن کی کنیت ابو بکر تھی، بصرہ میں اپنے عہد کے امام تھے۔ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ تہذیب التہذیب ج ۹۔ ص ۲۱۴، ۶۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۳۶

۳۔ صحیفہ جابر بن عبداللہؓ

(۷۸ھ) حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس بھی ایک صحیفہ لکھا ہوا تھا۔ امام مسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ اس میں مناسکِ حج کے متعلق احادیث درج تھیں[1]۔ ان کی احادیث کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چالیس ہے[2]۔

۴۔ الصحیفۃ الصادقہ

یہ مشہور ترین صحیفہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے رسولِ کریمؐ کی اجازت سے اس میں بہت سی احادیث لکھی تھیں[3]۔ ابن الاثیر کے قول کے مطابق یہ صحیفہ ایک ہزار احادیث پر مشتمل ہے[4]۔

۵۔ صحیفہ عبداللہ بن عباسؓ

(۶۹ھ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس رسول کریمؐ کی سنت اور سیرت کے متعلق الواح پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا اور مجالسِ علم میں وہ اس صحیفے کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے[5]۔ ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث ان سے مروی ہیں[6]۔

۶۔ صحیفہ ابوہریرہؓ ہمام بن منبہ کے لیے

حضرت ابوہریرہؓ (۵۸ھ) کے پاس حدیث نبویؐ کے بہت سے نوشتے تھے جنہیں ہمام بن منبہ تابعی نے جو ان کے شاگرد تھے، ان سے روایت کیے[7]۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔

۱۔ علوم الحدیث ص ۲۶۔
۲۔ فتح المغیث ص ۳۷۹۔
۳۔ علوم الحدیث، صبحی الصالح ص ۲۷۔
۴۔ اسد الغابہ: ابن الاثیر ترجمہ عبداللہ بن عمر ج ۳ ص ۲۳۲
۵۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۱۲۳
۶۔ فتح المغیث ص ۳۷۹
۷۔ علوم الحدیث: صبحی الصالح ص ۳۱

عہدِ تابعین و تبع تابعین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین میں تو حدیث لکھنے کا رواج عام ہوگیا تھا ۔ اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحریک کی اور امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حکم سے ایک مبسوط کتاب تالیف کی ۔ تابعین کے بعد تبع تابعین نے احادیث یاد بھی کیں اور انھیں صحیفوں میں قلم بند بھی کیا ۔

اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں ۔ خود ان کا بیان ہے کہ جو چیز میرے کان میں پڑ جاتی وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی ۔[1]

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ

مشہور مدون حدیث اور قوی الحافظہ امام ہیں ۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے جو حدیث بھی کسی محدث سے سنی وہ ہمیشہ کے لیے میرے ذہن میں محفوظ ہوگئی ۔ یہ دو ہزار دو سو حدیثوں کے حافظ تھے ۔[2]

محدثین کا اہتمام

ائمہ حدیث نے بڑی محنت ، عرق ریزی اور جانفشانی سے احادیث کی اسناد اور متن میں چھان بین اور تحقیق کے بعد کتابیں تیار کیں ، محدثین کی تالیف و تصنیف کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے ۔

چند محدثین کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک ضبطِ حدیث اور تدوینِ حدیث میں مشہور ہیں ۔ امام ترمذی لکھتے ہیں کہ

---

[1] جامع ترمذی کتاب العلل ص ۲۴۴

[2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ۔ ص ۱۰۳ ، ۱۰۴

اس قدر احتیاط و صحت کے ساتھ احادیث کو ضبط فرماتے کہ ب اور ت کا فرق نہ ہونے پاتا ۔ ان کی کتاب "الموطا" مشہورِ عالم کتاب ہے ۔ وہ امام زہری اور امام نافع جیسے کبار حفاظ کے شاگرد ہیں ۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں پانچ چھ سو کے قریب احادیث درج ہیں ۔[1]

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظ تھے اور کتاب میں بھی احادیث قلم بند کرتے تھے ۔ یہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کبار کے شیخ ہیں ۔ بیس ہزار حدیثوں کے باختلاف طرق حافظ تھے ۔[2]

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ

مشہور حافظ الحدیث ، محدث عراق و صاحبِ کتاب ہیں ۔[3]

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

بڑے قوی الحافظہ امام ، سید الحفاظ ، محدث کبیر ہیں ۔[4] فرماتے ہیں :
جو کچھ اپنے سینے میں رکھ لیا ۔ سینے نے اس میں کبھی خیانت نہیں کی ۔ باختلاف طرق تیس ہزار احادیث کے حافظ تھے ۔[5]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ان کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے ۔ احادیث نبویہ کے عالم اور حافظ تھے ۔ ساڑھے سات لاکھ احادیث سے ان کا انتخاب "مسند امام احمد بن حنبل" کے

---

[1] المسوّی شرح موطا ص ۱۰ ۔

[2] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۱ ۔ ص ۲۵۴ ، ۲۵۵

[3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ۔ ص ۲۸۳

[4] فتح المغیث ص ۲۵۳

[5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ۔ ص ۱۹۱ ، ۱۹۲

نام سے دُنیائے اسلام میں دائمی مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ بقولِ امام ابوزرعہ رح یہ دس لاکھ احادیث کے باختلاف طرق حافظ تھے۔[1]

امام بخاری رح

آپ کے حفظِ حدیث اور تصنیف صحیح پر غلغلۂ تحسین سارے عالم میں بلند ہے۔ آپ نے صحیح بخاری کو چھ لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا۔ اپنی جامعیت اور تنوع کے اعتبار سے یہ کتاب بے مثل سمجھی جاتی ہے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ - ص ۲۱۷

دوسرا باب

امام بخاری کے حالاتِ زندگی

نام و نسب

محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، امام المحدثین اور امیر المومنین فی الحدیث ان کا لقب ہے۔ امام سبکی رحمہ نے امام بخاری رح کو امام المسلمین وقدوۃ الموحدین وشیخ المومنین والمعول علیہ فی حدیث، سید المرسلین وحافظ نظام الدین کے پُر افتخار القاب سے یاد کیا ہے [1]
ابن العماد نے ان کے لیے "الامام حبر الاسلام صاحب الصحیح، امام عالی الشان والمقتدای بہ فیہ والمعول علی کتابہ بین اہل الاسلام" کے الفاظ استعمال کیے ہیں [2]

امام بخاری کا شجرہ نسب یہ ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن اَلبَرۡدِذۡبَة [*] بن بَذۡذُبَة - آخر کے دو ناموں سے امام بخاری عجمی النسل معلوم ہوتے ہیں۔ بَرۡدِذۡبَة کے معنی محدثین نے کسان کے بتاتے ہیں۔ صرف علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں بَرۡدِذۡبَة کے والد کا نام بَذۡذِبَہ لکھا ہے۔ ان کے سوا دوسرے تذکرہ نویس امام بخاری رح کے نسب نامے کو بَرۡدِذۡبَة تک پہنچا کر ختم کر دیتے ہیں۔ بعض مورخین بردذبہ کی بجائے امام بخاری رح کے پردادا کا نام اَحۡنَف بیان کرتے ہیں [3]

---

[1] طبقات شافعیہ: سبکی ج ۱ ص ۲ [2] شذرات الذہب: ج ۲، ص ۱۳۴

[*] البردذبہ سبکی نے اس کو ضبط کیا ہے۔ طبقات شافعیہ: ج ۲ - ص ۱

[3] احنف بن قیس عربوں میں ایک بہت عقل مند انسان ہو گزرا ہے۔ جب لوگ کسی کو بہت زیادہ عقل مند پاتے تو اسے احنف کہنے لگتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بردذبہ نہایت عقل مند تھا، اسی وجہ سے لوگ اسے احنف کہتے ہوں گے۔ لیکن اصل نام بَرۡدِذۡبَة تھا۔
الاحنف رجل مشہور بالعقل فضرب بہ مثل (حاشیہ دارمی)
یعنی احنف عقل و فہم میں اس قدر مشہور تھا کہ لوگ اس کو بطور مثال بیان کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کے پردادا مغیرہ نے حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخارا میں سکونت پذیر ہوئے اور اس وقت کے اسلامی دستور کے مطابق ان کی "نسبتِ ولا" جعفی کی طرف ہوئی۔

جس شخص کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام قبول کرتا، اس کی نسبتِ ولا اسی کی طرف کی جاتی تھی۔ یعنی ان کی طرف جعفی کی نسبتِ ولا اسی بناپر ہوئی۔

خاندان

امام بخاریؒ کے والد کا نام اسماعیل، کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ بڑے پایہ کے محدث تھے[1] امام مالکؒ کے تلمیذ اور ان کے صحبت یافتہ تھے۔ افسوس ابوالحسن اسماعیل کی کسی تصنیف کا پتا نہ چل سکا۔

اسماعیل نے حماد بن زید، امام مالکؒ، ابومعاویہ اور دیگر اعیانِ زمانہ سے حدیثیں روایت کیں[2] عبداللہ بن مبارک کی صحبت اور تربیت میں بھی رہے۔ اہلِ عراق اور احمد بن حفص اور نصر بن الحسین وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

علامہ اسماعیل بڑے پاکباز، صالح اور متقی بزرگ تھے۔ احمد بن حفص بیان کرتے ہیں کہ وفات کے وقت میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے حاصل کردہ مال میں ایک درم بھی مشتبہ نہیں پاتا۔ احمد بن حفص کہتے ہیں:

فتصاغرت الی نفسی عند ذالک[3]

یعنی یہ سن کر میں نے اپنے دل میں نہایت ندامت محسوس کی۔

امام بخاریؒ میں علاوہ دیگر فضائل و محاسن کے ایک خوبی یہ تھی کہ باپ بیٹا دونوں محدث اور صاحبِ فضل تھے۔ یہ فخر اہلِ اسلام میں معدودے چند لوگوں کو حاصل ہوا۔

---

[1] ضحی الاسلام: ج ۲۔ ص ۱۱۰

[2] طبقات شافعیہ: ج ۲۔ ص ۲

[3] ایضاً

امام بخاریؒ کی والدہ بڑی عبادت گزار اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ خدا سے دعا کرنا، رونا، عاجزی کرنا ان کا خاص امتیاز تھا۔ امام بخاری کی آنکھیں صغر سنی میں خراب ہوگئی تھیں اور اطبا علاج سے عاجز آگئے تھے۔ امام بخاریؒ کی والدہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ تمھارے رونے اور دعا کرنے سے تمھارے بیٹے کی آنکھیں خدا نے درست کر دی ہیں[1] یہ واقعہ غنجار نے تاریخ بخارا میں اور لالکائی نے شرح السنہ میں باب کرامات الاولیا میں بیان کیا ہے۔[2]

وہ کہتی ہیں کہ جس شب کو میں نے خواب دیکھا، اس کی صبح کو میرے بیٹے (محمد) کی آنکھیں درست ہوگئیں اور بصارت عود کر آئی۔[3] بصارت عود کر آنے کے بعد بینائی کی قوت کا یہ حال تھا کہ چاندنی راتوں میں تاریخ کبیر کا مسودہ تیار کیا۔

ولادت

امام بخاریؒ خراسان کے مشہور و معروف شہر بخارا میں نمازِ جمعہ کے بعد ۱۳ شوال ۱۹۴ھ (۸۱۰ء) میں پیدا ہوئے۔[4]

---

[1] طبقات شافعیہ: ج ۲۔ ص ۴

[2] تسہیل القاری، مولانا وحید الزماں ص ۱۔ مقدمہ فتح الباری ج ۲۔ ص ۱۹۳

[3] تاریخ بغداد: ج ۲۔ ص ۱۰ (ترجمہ جامع صحیح البخاری محمد منیر یہ دمشق ص ۳)
علامہ سبکی کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کی بصارت دو مرتبہ ضائع ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ بچپن میں اور دوسری مرتبہ طالب علمی کے زمانے میں، جب ان کو دھوپ اور شدت گرمی میں اکثر سفر کے مواقع پیش آئے۔ چنانچہ اس طالب علمی کے زمانے میں جب وہ خراسان پہنچے تو کسی نے بتایا کہ سر کے بال منڈوا کر سر پر گل خطمی کا ضماد لگائیں، یہ تدبیر کارآمد ثابت ہوئی اور بینائی لوٹ آئی۔ (طبقات کبریٰ ص ۱۲)

[4] تسہیل القاری: مولوی وحید الزماں: ص ۱، ترجمہ صحیح البخاری منیریہ۔

تربیت و تعلیم

علامہ قسطلانی نے امام بخاریؒ کی تربیت کے سلسلے میں کسی محدث کا یہ نہایت جامع جملہ نقل کیا ہے۔

فقد رُبِّیَ فی حِجرِ العِلمِ حتّٰی رَبا وارتضعَ ثدیَ الفضلِ فِطامُہ علی ھذا۔

یعنی انھوں نے علم کی گود میں پرورش پائی اور مادرِ علم و فضل کا دودھ پیا اور اسی پر فطام واقع ہوا۔

بچپن میں والد کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ جانے کی وجہ سے امام بخاریؒ کی پرورش و تربیت کی متکفل ان کی والدہ ہوئیں۔ وہ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ بلکہ درمیانہ قد کے تھے۔[1]

وراق کہتے ہیں: میں نے امام بخاریؒ سے پوچھا کہ آپ کے دل میں جس وقت حفظ حدیث کا شوق دامن گیر ہوا، اس وقت آپ کی عمر کیا تھا؟ فرمایا: عَشْرَ سِنِیْنَ اَوْ اَقَلَّ۔ (یعنی دس سال یا اس سے بھی کم) اسی عمر سے وہ محدثین کے حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے۔[2]

ضحی الاسلام میں احمد امین لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے حفظ حدیث دس سال کی عمر میں شروع کی اور جب وہ سولہ برس کے ہوئے تو ان کو وکیع اور ابن مبارک کی کتابیں حفظ تھیں، اور یہ دونوں مشہور محدث تھے۔[3]

ابتدائے تحصیل علم میں ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ علامہ داخلی (محدث بخارا) حسب معمول درس دے رہے تھے، امام بخاریؒ بھی درس میں شامل تھے۔ علامہ داخلی نے ایک حدیث کی سند یوں پیش کی: "سفیان عَنْ ابی الزبیر عن ابراھیم۔" امام بخاری

---

[1] تاریخ بغداد ج ۲۔ ص ۶

[2] ترجمہ جامع صحیح البخاری منیریہ ص ۴

[3] ضحی الاسلام: ج ۲۔ ص ۱۱۰

نے عرض کیا: ان ابا الزبیر لَمْ یَرْوِ عَنْ ابراھیم یعنی ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے۔ امام بخاریؒ کا مطلب یہ تھا کہ حدیث کی سند میں آپ غلطی کرتے ہیں، اس سے علامہ داخلی چونک پڑے اور برہمی کے ساتھ کچھ ڈانٹ کے الفاظ فرمائے۔ امام بخاریؒ نے نہایت متانت سے عرض کیا: "اگر آپ کے پاس اصل ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیں۔" علامہ داخلی گھر تشریف لے گئے اور اصل کو ملاحظہ فرمایا تو امام بخاریؒ کا کہنا تسلیم کر لیا اور اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے۔ لیکن سند کی تصحیح باقی رہ گئی تھی۔ منصف مزاج محدث نے براہِ انصاف یا یوں کہیے کہ امتحاناً اس سند کی تصحیح کا سوال امام بخاریؒ ہی پر پیش کر دیا۔ گھر سے باہر آ کر فرماتے ہیں: کیف ھُوَ یا غلام؟ لڑکے صحیح سند کس طرح ہے؟ امام بخاری نے برجستہ عرض کیا صحیح سند یوں ہے:

"الزبیر وھو ابن عدی عن ابراھیم۔" علامہ داخلی نے قلم لے کر کتاب کی تصحیح کر لی اور فرمانے لگے لڑکے تمھاری بات صحیح تھی، غلطی میری تھی۔ اس وقت امام بخاریؒ کی عمر گیارہ برس کی تھی۔[1]

جس طرح امام بخاریؒ کے دل میں دس برس کی عمر سے حفظ حدیث کا شوق پیدا ہوا اور ہمیشہ ترقی کرتا گیا۔ اسی طرح اس کے ساتھ ہی یہ شوق بھی نشوونما پاتا گیا کہ صحیح حدیثوں کو غیر صحیح سے الگ کریں، حدیثوں کے علل کو پہچانیں، رواۃ حدیث کے حالات سے واقفیت پیدا کریں، ان کی عدالت، قوت، ضبط، دیانت، صدق، طرزِ معاشرت، جائے سکونت، سنِ وفات، باہم لقاء وغیرہ سے کامل آگاہی حاصل کریں، سلسلہ روایات کو ایک دوسرے سے ملا کر ان کی جانچ پڑتال کریں اور ان کے اتصال و انقطاع پر عبور حاصل کریں۔ فنونِ حدیث کو درجہ تکمیل تک پہنچائیں، حدیثوں سے مسائل کا استنباط کریں اور آیات قرآنیہ کو احادیث پر تطبیق دیں۔ غرض ان امور کی طرف پہلے ہی سے میلان موجود تھا۔ پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، ان مقاصد کا

---

[1] طبقات شافعیہ ج ۲۔ ص ۴

خیال دل میں راسخ و جاگزیں ہوتا چلا گیا۔

شیوخ و اساتذہ

وہ شیوخ بخارا جن کی درسگاہیں امام کے زمانۂ ابتدائے تحصیل میں نہایت ممتاز تھیں، اور وہ بڑے پایہ کے محدث اور مرجع خلائق مانے جاتے تھے، ان میں سے امام بخاری کے چند شیوخ و اساتذہ کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے اور وہ ہیں محمد بن سلام بیکندی، محمد بن یوسف بیکندی، عبداللہ بن محمد مسندی، ابراہیم بن الاشعث۔ امام بخاری رحؒ کا دامنِ تحصیل ابتداءً انھیں اساتذہ کی تربیت اور فیضِ صحبت کا رہین منت ہوا [1]

محمد بن سلام بیکندی

یہ عبداللہ بن مبارک اور ابن عُیینہ کے شاگرد ہیں۔ امام مالکؒ کا زمانہ پایا۔ علومِ اسلامیہ کی تحصیل و اشاعت میں اَسّی ہزار درہم صرف کیے۔ امام محمد نے ان سے حدیث روایت کی۔ ۲۲۵ھ میں فوت ہوئے [2]

عبداللہ بن محمد مُسندی

ان کو احادیث مسندہ کے ساتھ خاص شغف تھا، اسی وجہ سے ان کو مُسندی کہا جاتا ہے۔ ابن عُیینہ، فضیل بن عیاض، معمر ابن سلیمان کے تلمیذ ہیں۔ ۱۴۲ھ میں ولادت ہوئی اور ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔ احمد بن لیسار کہتے ہیں: عوف بالضبط والاتقان (یعنی یہ ضبط و اتقان میں بہت معروف تھے) یمان جعفی کے پوتے ہیں جن کے ہاتھ پر امام بخاریؒ کے دادا مسلمان ہوئے تھے [3]

ابراہیم بن الاشعث

بخارا کے رہنے والے ہیں۔ فضیل بن عیاض اور ابن عُیینہ کے شاگرد ہیں۔ صاحب مسند

---

[1] الطبقات الکبریٰ: سبکی ص ۱۲

[2] تذکرۃ الحفاظ

[3] تذکرۃ الحفاظ

حمیدی، ابن حمید کے شاگرد ہیں۔

امام بخاری نے فنونِ حدیث کا اُن سے بہت بڑا ذخیرہ حاصل کیا اور سولہ برس کی عمر تک اپنے وطن کے ان شیوخ سے جو حدیث و روایت کے بارے میں قابلِ وثوق اور قابلِ اخذ تھے، تحصیلِ علم سے فارغ ہو چکے تھے۔

عبداللہ بن مبارک کی روایات ان کو ازبر تھیں۔ اہل الرائے کے اقوال و مسائل اجتہادیہ سے کامل آگاہی حاصل کر لی تھی۔ ان کے شیوخ و اساتذہ کے دلوں میں ان کے حفظ و اتقان کا سکہ جم چکا تھا۔ اکثر وہ شیوخ بھی جو اپنے وقت کے امام فن مانے جاتے تھے، ان کے حلقہ درس میں پہنچ کر مرعوب ہو جاتے اور حدیث بیان کرتے میں تامل کرتے تھے کہ مبادا محمد بن اسماعیل کے سامنے کوئی غلطی سرزد ہو جائے [1]

امام بخاریؒ کے اساتذہ ان کے سامنے اپنی کتابیں پیش کرتے کہ وہ ان کی غلطیوں کی تصحیح فرمائیں۔ کوئی کہتا بین لنا اغلاط شُعْبَۃ کہ ہمیں شعبہ کی اغلاط سے مطلع کریں۔

ترجمہ جامع صحیح البخاری منیریہ میں بیان کیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کو ستر ہزار سے زائد احادیث ازبر تھیں [2] امام سبکی، امام بخاری کا قول پیش کرتے ہیں کہ "جو قول یا فعل صحابی یا تابعی کا روایت کروں گا، اس کے ساتھ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ ان کا یہ قول و فعل کس آیت یا حدیث سے ماخوذ ہے"۔ [3]

خطیب بغدادی رقم طراز ہیں:

قال قلّ اسم فی التاریخ الا ولہ عندی قصۃ، الا انی کرھت تطویل الکتاب [4]

---

[1] ثقات ابن حبان

[2] ترجمہ جامع صحیح البخاری منیریہ ص۔ ۱، طبقات شافعیہ ج ۲۔ ص ۸

[3] مقدمہ فتح الباری ج ۱۔ ص ۱۹۷

[4] تاریخ بغداد: ج ۲۔ ص ۷، مقدمہ فتح الباری ج ۲۔ ص ۱۹۴

یعنی تاریخ میں جو نام مذکور ہیں، ان کے بارے میں مجھے کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور معلوم ہے، لیکن ان سب کے نقل کرنے سے ڈرتا ہوں کہ کتاب کی ضخامت بڑھ جائے گی۔

امام سبکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمد بن سلام بیکندی کہتے تھے کہ جب یہ لڑکا میرے پاس آتا ہے تو میں حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہوں، اور جب تک یہ موجود رہتا ہے، میں اس سے ڈرتا رہتا ہوں[1] وہ کہا کرتے تھے۔

هذا الذی لیس مثله[2]

یعنی ذہانت اور حفظِ حدیث میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے علامہ بیکندی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

كلما دخل علی محمد بن اسماعيل تحيرت ولا ازال خائفاً منه يعنی ان يخطی بحضرته۔

کہ جب محمد بن اسماعیل میرے حلقۂ درس میں آتا ہے تو میں حیران ہو جاتا ہوں اور خوف زدہ رہتا ہوں کہ اس کی موجودگی میں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

محمد بن سلام بیکندی کے یہ اقوال اس دور کے ہیں جب امام بخاری رح کی تحصیل علم اپنے شہر بخارا کے شیوخ تک محدود تھی۔ جب وہ وطن سے رخصت ہو گئے تو علامہ بیکندی کو ان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔[3]

طلب علم

امام بخاری رح کے متعدد اساتذہ ایسے ہیں جو امام مالک رح اور امام ابو حنیفہ رح کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں اور ان کا سلسلہ تین واسطوں سے صحابہ کرام رض تک پہنچتا ہے۔

---

[1] طبقات شافعیہ ج ۲، ص ۸

[2] مقدمہ قسطلانی ص ۱۲

[3] مقدمہ فتح الباری ص ۱۲

امام بخاری رح سولہ برس تک اپنے ہی ملک کے اساتذہ کرام سے تحصیل علم کرتے رہے۔ ان سے فارغ ہو کر انھوں نے ملکِ حجاز کا قصد کیا جو علوم اسلامیہ کا ماویٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا۔ یعنی ۲۱۰ھ میں عمر کے سولھویں برس میں اپنی والدہ کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ ان کی والدہ اور بڑے بھائی احمد بھی تھے۔ والدہ اور بھائی نے حج سے فارغ ہو کر وطن کا قصد کیا،[1] لیکن امام بخاری رح نے مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کی اور علوم اسلامیہ کے حصول کے شوق میں والدہ اور بھائی کی مفارقت اختیار کر لی۔[2]

امام بخاری رح نے اٹھارہ سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا، یہ عبید اللہ بن موسیٰ کا زمانہ تھا۔[3]

امام بخاری رح بہت سے شہروں میں ہزاروں مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے تحصیل علم کرتے رہے۔ ضبط اور حفظ حدیث کے لیے وہ شام، مصر، بغداد، کوفہ، جزیرہ، حجاز اور بصرہ گئے۔ محمد منیر دمشقی رقم طراز ہیں کہ امام بخاری رح فرماتے ہیں طلب علم کے لیے میں شام، مصر، جزیرہ دو مرتبہ گیا۔ بصرہ میں چار مرتبہ اور حجاز میں سات برس مقیم رہا اور مجھے معلوم نہیں کہ میں کوفہ اور بغداد میں کتنی مرتبہ گیا۔[4]

ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ امام بخاری رح متعدد ملکوں میں علم حاصل کرنے کے لیے گئے۔ ان کے اساتذہ و شیوخ کثیر تعداد میں ہیں۔ وہ مکہ، مدینہ، شام، بخارا، مرو، بلخ، ری، بغداد، واسط، بصرہ، کوفہ، جزیرہ، مصر، ہرات اور نیشاپور وغیرہ شہروں میں علم حاصل کرنے کے لیے گئے اور ہر شہر میں اپنے

---

[1] تاریخ بغداد: ج ۲۔ ص ۷

[2] تذکرۃ الحفاظ: ج ۲۔ ص ۱۲۲

[3] طبقات شافعیہ: ج ۲۔ ص ۵

[4] حیاتِ بخاری: جمال الدین قاسمی، ص ۶

اساتذہ کرام کے ساتھ ٹھہرے۔ جعفر بن محمد قطان کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رح کو کہتے ہوئے سُنا:

کتبت عن الف شیخٍ واکثرما عندی حدیث الّا اذکر اسنادہٗ[1]

میں نے ایک ہزار شیوخ سے کتابت روایت کی اور مجھے اکثر احادیث کی اسناد یاد ہیں۔

ابن العماد رقم طراز ہے:

یقول کتبت عن الف نفر من العلماء وزیادۃ ولم اکتب الّا عمن قال الایمان قولٌ عَمَلٌ[2]

میں نے ایک ہزار سے زیادہ علمائے حدیث سے کتابتِ حدیث کی اور اسی عالم سے کی، جس نے کہا کہ ایمان قول اور عمل سے عبارت ہے۔

امام بخاری رح فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رض اور تابعین رح سے مروی کوئی ایسی حدیث نہیں کہ مجھے اس کے راوی کی ولادت، جائے سکونت اور وفات کا علم نہ ہو، لیکن میں نے ان تمام باتوں کو طوالت کے خوف سے حذف کر دیا ہے۔[3]

علل حدیث کی شناخت میں کمال

محدثین کی اصطلاح میں علتِ حدیث ان وجوہ و اسباب کو کہتے ہیں جو نہایت خفی اور غامض ہوتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی حدیث کی صحت اور قبولیت میں قادح ہوتے ہیں، حالانکہ ظاہری طور پر حدیث ہر طرح صحیح و سالم ہوتی ہے۔ علوم حدیثیہ میں یہ علم نہایت دقیق اور مشکل سمجھا گیا ہے۔ وفیات، موالید، لقاءِ رواۃ پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر راوی کے الفاظِ حدیث اور حدیثوں کا احاطہ بھی ضروری ہے۔[4]

---

[1] طبقات حنابلہ ج ۱ - ص ۲۷۵

[2] شذرات الذہب: ج ۲ - ص ۱۳۴

[3] طبقات شافعیہ: ج ۲ - ص ۵

[4] فتح المغیث ص ۱۲

محدثین بالاتفاق کہتے ہیں کہ یہ علم نہایت غامض اور ادق ہے۔ اس فن میں کلام کرنے کی قدرت اُنھی محدثین کو ہوئی، جن کو فہم و فراست اور قوت حافظہ میں کمال حاصل تھا، اور جن کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔[1]

امام حاکم کہتے ہیں کہ حدیث کی تعلیل میں تین مجموعی قوتوں کا کمال ہے اور وہ ہیں: حفظ، فہم اور معرفت۔[2]

حقیقت یہ ہے کہ جو حدیث ظاہر میں موصول معلوم ہوتی ہے، اس کے مخفی ارسال و انقطاع کو جاننا یا یہ معلوم کرنا کہ ظاہر میں مرفوع ہے، لیکن یہ پتا چلانا کہ دراصل یہ حدیث موقوف ہے، فلاں راوی نے اسے مرفوع کر دیا ہے یا کسی حدیث کا دوسری میں اختلاط کا پتا لگانا یا کسی راوی کے وہم کو معلوم کر لینا نہایت مشکل کام ہے۔ رُواۃ کے موالید، وفیات، تاریخی واقعات، سلسلۂ استادی اور شاگردی، رُواۃ کی رحلت، ان کی سکونت، شاگرد اور استاد کا لقا و عدم لقا، ایک حدیث کی متعدد سندوں کا علم، جب تک ان امور میں مہارت تامہ نہ ہو اس فن میں کسی طرح دسترس نہیں ہو سکتی۔[3]

امام بخاری رح نے عللِ حدیث کی واقفیت میں بڑی مہارت حاصل کی۔ حافظ ابن حمدون کہتے ہیں کہ مجھے عثمان ابو سعید بن مروان کے جنازے میں امام بخاری رح کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی کو دیکھا جو امام فن ہیں، وہ امام بخاری رح کے سامنے اسماء و رُواۃ اور علل حدیث کے سوالات پیش کرتے ہیں اور امام بخاری اس سرعت اور تیزی سے جواب دیتے ہیں جیسے کوئی سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھ رہا ہو۔[4]

ابو احمد اعمش کہتے ہیں کہ ایک روز میں نیشاپور میں محمد بن اسماعیل رح کی خدمت میں

---

[1] شرح جرجانی ص ۱۲

[2] فتح المغیث: ص ۱۲

[3] ایضاً

[4] مقدمہ فتح الباری ج ۲ - ص ۲۰۱

حاضر تھا۔ امام مسلم آئے اور انھوں نے ایک حدیث کے ابتدائی الفاظ پڑھ کر یہ سوال پیش کیا کہ اگر اس حدیث کی سند یاد ہو تو آپ اس معلق حدیث کو متصل کر دیجیے، اور حدیث کا بھی صرف اشارہ کر دیا، اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:۔

عبید اللہ ابن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریۃ ومعنا ابو عبیدۃ الحدیث بطولہ۔ عبید اللہ بن عمر تابعی ہیں، ان کے پیچھے کے رُوات کا تذکرہ سوال میں چھوڑ دیا گیا، دیکھنا یہ تھا کہ امام بخاریؒ کے پاس سند ہے یا نہیں، اگر سند ہے تو معلل ہے یا صحیح ——————

اگر معلل ہے تو امام بخاریؒ کو اس کی علت کا علم ہے یا نہیں۔ امام بخاری نے اسی وقت اس حدیث کو متصل الاسناد پڑھ دیا: حدثنا ابن ابی اویس حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن عبید اللہ فذکر الحدیث بتمامہٖ [1]

امام مسلمؒ نے ایک معلول حدیث کو مسند اور متصل الاسناد پڑھتے سن کر فرمایا:

لا یُعیبُکَ الّا حاسِدٌ واشھد ان لیس فی الدنیا مثلک [2]

کہ آپ کی کوئی حاسد ہی عیب جوئی کر سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی آپ کا ہم سر نہیں۔

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے جامع ترمذی میں جس قدر حدیثوں کی علّتیں بیان کی ہیں یا رجال یا تاریخ میں گفتگو کی ہے اس کا اکثر حصہ امام بخاریؒ کی تاریخ سے لکھا ہے، اور زیادہ تر علل میں نے خود اپنے استاد امام بخاریؒ سے بالمشافہ سیکھے ہیں۔ امام بخاریؒ کی اس غامض اور دقیق فن (علل حدیث) میں کمال دست گاہ رکھنے کی بنا پر امام ترمذیؒ کہا کرتے تھے۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ ص ۲۰۱

[2] شذرات الذہب: ج ۲ - ص ۱۳۴

لَمْ اَرَ فِی العِلَلِ والرجالِ اَعْلَمَ مِنَ البخاری" [1]

کہ میں نے علل و رجال میں کسی کو امام بخاری سے زیادہ عالم نہیں پایا۔

ابن حجرؒ نے اپنے مقدمے میں امام ترمذیؒ کے الفاظ یوں لکھے ہیں۔

لم ار اعلم بالعلل والاسانید من محمد بن اسماعیل البخاری [2]

میں نے علل و اسانید میں محمد بن اسماعیل بخاری سے بڑا ماہر کوئی نہیں دیکھا۔

جرح رُوات میں احتیاط

امام بخاریؒ نے جو احتیاط جرح رجال میں اختیار کی وہ ان کی اعلیٰ درجے کی دیانت، اخلاص اور تقوے پر دلالت کرتی ہے۔ جرح رجال میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ میں جرح کی جائے کہ جرح کرنے والے پر کوئی مواخذہ نہ کر سکے۔ ان کی جرحیں ترکوہُ، انکرہُ الناس، المتروک، الساقط، فیہ نظر، سکتوا عنہ پر مشتمل ہیں۔ کذاب، وضاع جیسے الفاظ انھوں نے بہت کم استعمال کیے ہیں [3] سب سے زیادہ سخت جرح امام بخاریؒ کی "منکر الحدیث" ہے۔ جب وہ منکر الحدیث بولتے ہیں تو امام بخاریؒ کی اصطلاح میں اس سے روایت جائز نہیں [4]

ایک دفعہ کسی نے ان سے ایسی حدیث کے متعلق پوچھا جس میں تدلیس کا گمان تھا۔ فرمایا تم کو گمان ہے کہ میں تدلیس کرتا ہوں، حالانکہ میں نے اسی تدلیس کے شبہے میں ایک شخص کی دس ہزار بلکہ اس سے بھی زائد حدیثیں ترک کر دیں [5]

---

[1] مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۹۹

[2] امام ترمذی کی کتاب العلل: ص ۳۳۵

[3] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ - ص ۱۹۵

[4] فتح المغیث ص ۱۲

[5] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ - ص ۱۹۶

امام بخاریؒ کو تحصیلِ علومِ حدیث کے زمانے میں ایک دفعہ سمندر کا سفر پیش آیا۔ ایک شخص کو پتا چل گیا کہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی ہے، اس نے ان سے وہ تھیلی چھیننے کی غرض سے شور مچادیا کہ میری تھیلی گم ہوگئی ہے۔ امام بخاریؒ نے چپکے سے وہ تھیلی سمندر میں پھینک دی۔ جب پھر اس شخص نے جہاز سے اُتر کر تنہائی میں ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر کثیر رقم کا ضائع ہونا کیونکر گوارا کیا؟ تو فرمایا: تمھاری عقل کہاں ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ میری تمام عمر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی طلب میں صرف ہوگئی اور میری ثقاہت دُنیا میں مشہور ہے۔ کیا میرے لیے مناسب تھا کہ میں اپنے آپ پر چوری کا الزام لگا لیتا؟ جس دولت (یعنی ثقاہت اور اعتبار) کو میں نے عمر بھر کی تگ و دو سے حاصل کیا، اس کو چند اشرفیوں کے لیے ختم کردیتا۔[1]

اخلاق و عادات

امام بخاریؒ نے اپنے مال کو مضاربت میں لگادیا تھا اور اس طرح وہ معاش سے فارغ ہوکر علمِ نبویؐ کی خدمت میں مصروف ہوگئے تھے۔[2] اس تجارت کی آمدنی سے خلقِ خدا کو نفع پہنچانا ان کا مقصدِ حیات تھا۔ اہلِ علم اور طلبا کی خبرگیری کرتے، شیوخ اور محدثین کی مدد کرتے۔[3] اہلِ علم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حسنِ سلوک کرتے، کھانے پینے کے تکلفات اور عیش پسندی سے بہت دُور رہتے، جفاکشی کی عادت ان کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔[4] سفر کے دوران خرچ ختم ہونے پر کئی روز گھاس اور پتیاں کھاکر گزارہ کرتے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دیتے۔[5]

---

[1] مقدمہ فتح الباری

[2] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ - ص ۱۹۵

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ص ۲

[4] مرقاۃ: ص ۱۲

[5] طبقات کبریٰ: ص ۱۲

ایک مرتبہ مجلسِ درس میں کئی روز دکھائی نہ دیے، آخر معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہیں ہیں، سب کپڑے سوائے لنگی کے فروخت ہوچکے ہیں، اس لیے حیا سے باہر نہ نکل سکے۔

ایک مرتبہ ابومعشر دورانِ درس میں ہاتھ اور پیر ہلا رہے تھے، انھیں دیکھ کر امام بخاری کو ہنسی آگئی۔ بعد میں ان سے معافی مانگی، حالاں کہ انھیں اس کا پتا بھی نہیں چل سکا تھا۔[1]

ایک دفعہ کسی شخص نے ان کی ریشِ مبارک سے ایک تنکا نکال کر وہیں مسجد میں پھینک دیا۔ ان کی نگاہ وہیں رہی، لوگوں کی نظر سے بچاکر انھوں نے وہ تنکا آستین میں رکھ لیا اور پھر باہر پھینک دیا۔[2] فرمایا کہ جس سے داڑھی صاف رکھی جائے، اس سے مسجد کو بھی صاف رکھنا چاہیے۔[3] یہی واقعہ ترجمہ جامع صحیح البخاری میں ابوالفضل احمد بن علی سلیمان کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔[4]

وہ غیبت سے ہمیشہ کنارہ کش رہتے، زندگی بھر کسی کی غیبت سے اپنی زبان کو آلودہ نہیں کیا۔ فرماتے قیامت کے دن میرا کوئی مدعی نہ ہوگا۔[5] بکر بن منیر نے کہا کہ میں نے امام بخاریؒ کو کہتے ہوئے سنا:

ارجوا ان القی اللہ ولایحاسبنی انی اغتبت احداً۔[6]

میں اللہ سے اُمید رکھتا ہوں کہ اس کے دربار میں حاضر ہوں گا تو مجھ سے یہ حساب نہیں کیا جائے گا کہ میں نے کسی کی غیبت کی ہے۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ - ص ۱۹۵

[2] تاریخ بغداد، خطیب، بغدادی ج ۲ - ص ۱۳

[3] تسہیل القاری: وحیدالزماں ج ۱ - ص ۱۰۰

[4] جامع صحیح البخاری: ص ۱۴

[5] ترجمہ جامع صحیح البخاری: ص ۱۴

[6] طبقات شافعیہ: ج ۲ - ص ۹

امام بخاریؒ کا ایک بے نظیر وصف ان کی بے تعصبی ہے کہ صحیح بخاری میں صحت کے یقینی ہونے پر بھی استخارے کے بعد حدیث درج کرتے ہیں۔ سندوں میں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو اہلِ سُنت کے خلاف تھے اور امام بخاریؒ خود بھی ان سے اختلاف رکھتے تھے، لیکن جب اُن کی روایت میں صحت کا اشتباہ نہ ہوتا تو بغیر کسی تعصب کے اسے درج کر لیتے۔

ذوقِ عبادت

نماز میں کسی آیت یا سورت پڑھنے میں اس قدر شغف ہے کہ موذی جانور کی نیش زنی کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ جب کہ امام بخاری رحؒ نماز پڑھ رہے تھے، ایک بھڑ نے ان کو سترہ جگہ پر ڈسا، جب نماز ختم کی تو آپ نے فرمایا: دیکھو یہ کون سی موذی شے ہے جس نے مجھے نماز میں ایذا دی۔ لوگوں نے دیکھا تو بھڑ تھی۔ اس نے سترہ مقامات پر ڈس کر جسم کو متورم کر دیا تھا۔ لیکن آپ نے نماز جاری رکھی اور بھڑ کے ڈسنے کی پروا تک نہ کی۔ اس سے ان کے ذوقِ عبادت اور انہماک فی الصلوٰۃ کا پتا چلتا ہے۔[1]

امام بخاریؒ رمضان میں لوگوں کے ساتھ ایک قرآن ختم کرتے اور خود تنہا نصف شب سے سحری تک تین راتوں میں قرآن مجید ختم کرتے اور صبح سے افطاری تک ایک قرآن ختم کر لیتے۔ اس طرح رمضان میں اکتالیس دفعہ قرآن ختم کرتے اور کہا کرتے تھے کہ ہر ختمِ قرآن پر دُعا قبول ہوتی ہے۔[2]

امام بخاریؒ پچھلی شب کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھتے ان میں وتر ایک رکعت پڑھتے۔[3] فرمایا کرتے کہ شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن۔ اور یہ بھی بتواتر ثابت ہے

---

[1] تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ج ۲ - ص ۱۲

[2] مقدمہ فتح الباری، ج ۲ - ص ۱۹۶

[3] تاریخ بغداد: ج ۲ - ص ۱۳

کہ رمضان میں حضرت جبرائیلؑ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اس لیے رمضان میں خدا کے بندوں کا قرآن سے شغف بڑھ جاتا ہے۔[1]

اِتباعِ سُنت

رسولِ کریمؐ کے صحابہ کرامؓ جس قدر آپ کے اقوال، افعال اور تقریرات کے شیدا اور شیفتہ تھے، اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے، محدثین کو بھی رسولِ کریمؐ کے ساتھ اور آپ کی احادیث کے ساتھ اور ان پر عمل کرنے کے ساتھ ایسی ہی شیفتگی اور وابستگی تھی، جس کا بیان کرنا امکان سے باہر ہے۔

تیراندازی اگرچہ علما کا فن نہیں چونکہ سنت سے ثابت ہے اس لیے امام بخاریؒ تیراندازی کی مشق کے لیے برابر میدان میں جاتے رہے، نتیجتاً اس میں اتنے مشاق ہو گئے کہ کوئی تیر خطا نہ جاتا تھا۔[2]

شہر بخارا میں ایک مہمان سرا تعمیر کرانے کے وقت معماروں کے ساتھ خود اینٹیں اور پتھر اُٹھاتے اور جب کوئی منع کرتا تو فرماتے: ھوالذی ینفعنی (یہ وہ کام ہے جو مجھ کو نفع دے گا۔) رسولِ کریمؐ غزوۂ خندق میں اپنے ہاتھوں سے خندق کھودتے تھے، مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت صحابہ کے ساتھ پتھر اور اینٹیں ڈھوتے تھے۔ صحاح میں یہ واقعات اور وہ اشعار جو رسولِ کریمؐ اس وقت پڑھتے تھے، بڑی تفصیل سے مذکور ہیں۔ یہ سنت امام بخاری رحؒ کیونکر چھوڑ سکتے تھے، انھوں نے رسولِ کریمؐ کی ہر سنت پر عمل کیا۔

سلاطین و اُمرا کی مخالطت سے پرہیز

امام بخاریؒ سلاطین اور امرا کی جا اور بے جا خوشامدوں سے پرہیز کرتے تھے اور ان کی مرابطت اور مخالطت سے دُور رہتے تھے، ان کے خیال کے مطابق ان کی صحبت

---

[1] طبقات کبریٰ، ص ۱۲

[2] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ - ص ۱۹۵

میں دین میں استقامت باقی نہیں رہ سکتی اور یہ ان کا اپنا اجتہاد نہ تھا، بلکہ حدیث نبویؐ کی تعمیل تھی۔ امام صاحب کے ملفوظات میں ہے: "کہ امرا کی صحبت میں علم کی ذلت ہے اور ان کی خوشامد میں دین کا نقصان۔" ؎۱

امام بخاریؒ نے جب درس دینا شروع کیا تو ان کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی تھی۔ لوگ مستفید ہونے کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔ خالد بن احمد ذہلی والیٔ بخارا نے پیغام بھیجا کہ وہ شاہی حرم میں آکر اس کے بچوں کو درس دیں۔ آپ نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ رسول کریمؐ کی میراث ہے، اس میں عام و خاص سب کا مساوی حق ہے۔ میری درس گاہ کا دروازہ ہر شخص کے لیے کھلا ہے جسے شوق ہو آکر مستفید ہو۔ اگر تم ناخوش ہو اور ناراض ہو تو میرا درس طاقت اور زور سے بند کردو۔ لیکون عذر عند اللہ یوم القیامۃ۔ ؎۲ (تاکہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک عذر کیا جاسکے) اس صاف اور خشک جواب سے والیٔ بخارا سخت ناراض ہوا، اور بالآخر ایک جھوٹا الزام لگا کر ان کو شہر چھوڑنے کا حکم دیا۔ ؎۳

امام بخاریؒ کی شہرت

امام بخاری کی شہرت دُور دُور کے ممالک میں پھیل گئی تھی اور لوگ ان کی زیارت کے لیے بے چین ہوتے تھے۔ وہ جہاں جاتے مسلمانوں کا ہجوم ہو جاتا۔ لوگ ان کے فضل و کمال، بے مثال فقاہت، خداداد حافظہ، تبحر فی العلم کی حکایات سن کر دیکھنے اور آزمانے کی خواہش کرتے۔

امام مسلمؒ کہتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نیشاپور تشریف لائے تو چار ہزار گھڑ سواروں، خچر سواروں، اور پیدل لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ ؎۴ اور

؎۱ مشکوٰۃ کتاب العلم

؎۲ تاریخ بغداد: ج ۲۔ ص ۳۳

؎۳ مقدمہ فتح الباری: ج ۲۔ ص ۲۰۵

؎۴ طبقات شافعیہ: ج ۲۔ ص ۱۰

میں نے وہ شان، وہ تزک و احتشام آج تک نہ کسی حاکم کا دیکھا اور نہ کسی اہلِ علم کا۔ اہل شہر نے دو دو منزل اور تین تین منزل سے جا کر ان کا استقبال کیا۔

حدیث مقلوب کی بحث

ایک دفعہ بغداد کے دس آدمیوں نے دس دس احادیث کی سند اور متن کو خلط ملط کر کے امام بخاریؒ کو باری باری سو احادیث سنائیں۔ امام بخاریؒ ہر حدیث سنتے اور فرماتے: "لا اعرفہ" (مجھے اس کا علم نہیں) جب سن چکے تو آپ نے اسی ترتیب سے سو حدیثیں ایک ایک کر کے صحیح متن اور صحیح سند کے ساتھ سنائیں۔ تمام لوگ اس خداداد حافظہ اور ذکاوت و فطانت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے، آپ کی بے پناہ یادداشت کا اعتراف کیا اور علم روایت اور علم درایت میں انفرادیت کی شہادت دی۔ ابوعبداللہ حُمیدی نے کتاب جذوۃ المقتبس میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور دیگر بہت سے مصنفین نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ؎۱

امام بخاری بصرہ گئے اور وہاں لوگوں کی درخواست پر مجلس املا قائم کی، جس میں تمام فقہا اور محدثین و حفاظ شامل تھے۔ امام نے بصرہ والوں کو وہ حدیثیں بتائیں جو ان کے ہاں نہ تھیں اور آپ یوں فرماتے اے بصرہ والو! یہ حدیث تمہارے پاس اس سند سے نہیں پہنچی، بلکہ دوسری سند سے مروی ہے۔ ؎۲

امام بخاریؒ کی قوت حافظہ کے واقعات محدثین میں ضرب المثل ہیں۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بیان کیا ہے:

وکان راسا فی الذکاء راسا فی العلم ؎۳

یعنی وہ ذہانت اور علم میں بڑے چوٹی کے عالم تھے۔ اور صفِ اول میں شمار ہوتے تھے۔

؎۱ مرآۃ الجنان: ج ۲۔ ص ۱۶۷-۱۶۸

؎۲ طبقات شافعیہ: ج ۲۔ ص ۶

؎۳ تذکرۃ الحفاظ: ج ۲۔ ص ۱۲۲

ابن صاعد جب امام بخاری رح کا ذکر کرتے تو کہتے: اَلْکَبْشُ النَّطَّاحُ [1]
وہ تو سینگ مارنے والا مینڈھا ہے۔

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ امام بخاری رح ہمارے ساتھ شیوخ بصرہ کی درس گاہوں میں شامل ہوتے، لیکن لکھنے سے اُنھیں کوئی تعلق نہ تھا۔ لوگ ان کو کہتے: آپ کو سننے کا کیا فائدہ جب کہ آپ لکھتے نہیں۔ ایک دن آپ نے تنگ آکر کہا کہ اپنی لکھی ہوئی احادیث نکالو۔ سب نے لکھی ہوئی احادیث نکالیں تو آپ نے اسی ترتیب کے ساتھ تمام احادیث ایک ایک کرکے سنا دیں۔ لوگ اس سے نہایت حیران ہوئے۔[2] ترجمہ جامع صحیح البخاری میں یہی واقعہ وراق کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ امام بخاری نے پندرہ ہزار احادیث سُنا کر سامعین کو حیران کر دیا۔[3]

سلیمان بن حرب، امام ابوزرعہ ابوالطیب، حاتم بن منصور کا شمار اونچے مرتبے کے اصحاب الحدیث میں ہوتا ہے، وہ سب امام بخاری رح کی بصیرت علمی، علوم میں تبحر، ذکاوت و ذہانت اور حفظِ حدیث میں ان کی برتری و فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں۔

وراق کہتے ہیں کہ امام بخاری رح نے رات میں احادیث شمار کرنی شروع کیں تو دو لاکھ احادیث کو شمار کیا۔

درس و افتا

امام بخاری کے جس وصف نے اس دور کے اہل اسلام کو اس بات پر مجبور و آمادہ کیا کہ وہ اُنھیں مسندِ درس پر بٹھا کر ان سے استفادہ کریں، وہ ان کی بے پناہ

[1] تہذیب التہذیب: ابن حجر رح ج ۹ - ص ۵۱
[2] تاریخ بغداد: خطیب بغدادی ج ۲: ص ۱۵
[3] ترجمہ جامع صحیح البخاری ص ۱۰-۱۱

قوتِ اجتہاد، علم رجال سے کامل واقفیت اور فن حدیث کے نکات سے بدرجہ غایت آگاہی تھی، نیز حدیثوں کے علل غامضہ میں تبحر تھا۔ علاوہ ازیں آپ کا حافظہ قابلِ رشک تھا۔

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ اہل علم احادیث سننے اور سمجھنے کے لیے امام بخاری رح کے پیچھے پیچھے پھرتے، اثنائے راہ میں ان کو روک لیتے اور کہیں بٹھا کر استفادہ کرتے۔[1]

وراق لکھتے ہیں، کہ امام بخاری رح نے فرمایا کہ میں درس دینے کو اس وقت تک نہیں بیٹھا جب تک کہ صحیح حدیثوں کا سقیم حدیثوں سے امتیاز نہ کر لیا ہو، اہل الرائے کی کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کر لیا ہو، اور بصرہ کی کل حدیثوں کا استقصا نہیں کر لیا ہو۔ صحیح حدیثوں کو سقیم سے امتیاز کرنا جتنا مشکل کام ہے، وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ اس کے لیے کتنے فنون پر مہارت ضروری ہے۔ اور وہ ہیں۔ علم تاریخ، انساب، موالید، وفیات، حدیثوں کے علل غامضہ پر عبور، مراتب جرح و تعدیل کی شناخت اور قوتِ اجتہادیہ میں کمال۔ انھی کمالات کی وجہ سے امام بخاری رح کے شیوخ عام لوگوں کو ان سے اخذِ حدیث کی ترغیب دیتے تھے۔ جب امام بخاری رح نے مسندِ درس کو زینت بخشی تو ان کے تمام اساتذہ نے ان سے تلمذ اختیار کیا۔[2]

عبداللہ بن محمد المسندی، عبداللہ بن منیر، اسحاق بن احمد السرماری، محمد بن خلف، ابن قتیبہ وغیرہ بڑے پایہ کے لوگ تھے اور اصحاب کمال تھے۔ لیکن امام صاحب کے نکاتِ حدیثیہ اور تدقیقاتِ فقہیہ کے فیصلے کے سوا ان کو چارہ نہ تھا۔

امام بخاری رح کے وہ اقران و معاصرین جن کو ان سے ہمسری کا دعویٰ تھا۔ لیکن وہ ان کے فضل و کمال کو مان کر ان کے حلقۂ درس میں آکر مستفید ہوئے،

[1] طبقات کبریٰ ص ۱۲، الحطۃ فی ذکر صحاح ستہ نواب صدیق حسن خان ص ۱۲۰
[2] مقدمہ فتح الباری

وہ ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، ابراہیم الحربی، ابوبکر بن العاصم، موسیٰ ابن ہارون حمال، محمد بن عبداللہ مطین، اسحاق بن احمد زیرک فارسی، ابوبکر محمد بن اسحاق، ابن خزیمہ، قاسم بن زکریا، محمد بن عبداللہ الحضرمی، محمد بن قتیبہ ابوبکر الاعین تھے، جو علم الرجال، فن تاریخ، فن حدیث، فن تعدیل و جرح کے امام مانے جاتے ہیں۔ وہ ان کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر ان کی تقریریں لکھتے تھے۔

امام بخاریؒ مختلف مقامات پر درس دیتے رہے، لیکن آخر عمر میں برابر بخارا میں درس دیتے رہے۔ امام بخاریؒ کے تلامذہ کا سلسلہ غیر محدود ہے۔ ان کے شاگردوں میں امام مسلمؒ، امام ترمذی، امام نسائیؒ، امام ابوالقاسم البغوی وغیرہ خاص طور پر مشہور ہیں[1] دنیائے اسلام کے ہر گوشے میں ان کے تلامذہ کا اثر سلسلہ بسلسلہ پہنچا۔ نوّے ہزار محدثین نے ان سے صرف صحیح بخاری سنی[2] مدتوں صحیح بخاری کا درس بخارا میں دیتے رہے۔ آخر کار ان کے خلاف سازش کی گئی اور ایک جھوٹا فتویٰ دینے کا الزام لگایا گیا۔ (طبقات شافعیہ میں اس کا مفصل ذکر کیا گیا ہے لیکن طوالت کے خوف سے یہاں اسے حذف کیا جاتا ہے)

وفات

ایک سوچی سمجھی تدبیر کے تحت امام بخاریؒ پر ایک الزام لگایا گیا اور یہ الزام حاکم بخارا کے حکم سے ایک مشہور فقیہ حریث بن ورقاء اور ان کے چند ساتھیوں نے لگایا۔ اس الزام کو بڑی شہرت دی گئی۔ امام بخاریؒ کو اس کا انتہائی رنج ہوا۔ انھوں نے شہر چھوڑتے وقت بددعا کی کہ اے اللہ! جس بات کا ان لوگوں نے مجھ پر الزام لگایا تو وہ بات ان کو انھی کی ذات اور اولاد میں دکھا[3] چند روز کے بعد اس بددعا کے اثر سے خالد بن یحییٰ

[1] ترجمہ صحیح البخاری ص ۸
[2] طبقات الحنابلہ: ج ۱۔ ص ۲۷۴
[3] تاریخ بغداد: خطیب بغدادی: ج ۲، ص ۳۴

حاکم بخارا کی گدھے پر بٹھا کر تشہیر کی گئی۔ پھر اسے قید میں ڈالا گیا اور اسی قید میں وہ مر گیا۔

امام بخاریؒ بخارا سے بیکنز پہنچے، لیکن وہاں یہ خبر پہلے ہی مشہور ہو چکی تھی۔ وہاں دو جماعتیں ہو گئیں، ایک امام بخاریؒ کے خلاف اور ایک حق میں۔ بیکنز پہنچنے کے بعد اہل سمرقند کی طرف سے درخواستیں آنے لگیں کہ وہ سمرقند آجائیں۔ امام بخاریؒ کو سمرقند کے بارے میں علم ہو گیا کہ وہاں بھی دو جماعتیں ہیں، اس لیے انھوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ انھیں اس بات کا سخت افسوس ہوا اور اللہ سے دعا مانگی، جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"یقول فی دعائہ اللھم قد ضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ فَاقْبِضْنِیْ الیک[1]

اے اللہ! زمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لیے تنگ ہو گئی۔ اب تو مجھے اپنی طرف بلا لے۔

کہا جاتا ہے اس سے چند روز بعد شوال ۲۵۶ھ کو انھوں نے وفات پائی[2] منقول ہے کہ اس الزام کے بعد اہل سمرقند اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ان پر الزام ہے۔ انھوں نے امام بخاریؒ کو سمرقند لے جانے کے لیے اصرار کیا۔ وہ تیار ہو گئے اور لوگ ان کو سواری پر بٹھانے لگے تو آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ مجھ میں ضعف بڑھتا جاتا ہے۔ پھر اس قدر پسینہ آیا کہ آپ شرابور ہو گئے، آپ لیٹ گئے، جسم مبارک سے بے انداز پسینہ جاری ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے ہفتہ کی رات نماز عشا کے بعد لیلۃ الفطر شوال ۲۵۶ھ (۳۱۔ اگست ۸۷۰ء) کو تیرہ دن کم ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔[3]

[1] شذرات الذہب، ابن العماد ج ۲۔ ص ۱۳۵
[2] تہذیب التہذیب: ج ۹۔ ص ۵۲
[3] طبقات حنابلہ: ج ۱۔ ص ۲۷۸

روح پرواز کر جانے کے بعد بھی پسینہ جاری رہا، یہاں تک کہ کفن میں لپیٹ دیے گئے۔ امام بخاریؒ کو ان کی نصیحت کے مطابق عمامے اور کرتے کے بغیر تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔[1] تدفین کی جگہ میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ سمرقند لے جانا چاہتے تھے اور کچھ اسی جگہ دفن کرنا چاہتے تھے۔ آخر عید الفطر کے دن نمازِ ظہر کے بعد خرتنک میں جو سمرقند کا ایک قریہ تھا، دفن کر دیے گئے۔

اس طرح وہ آفتاب عالمتاب، احادیث رسول کریمؐ کا خادم، دنیا بھر کے مسلمانوں کا محسن، حامل علوم نبویہؐ خاک میں چھپ گیا اور دنیائے علم میں تاریکی چھا گئی۔

ایک شاعر امام بخاریؒ کے متعلق بیان کرتا ہے۔

كان البخاری حافظاً ومحدثاً   جمع الصحيح مكمل التحرير

ميلاده صدق (١٩٤) ومدة عمره   فيها حميد (٦٢) وانقضى فی نور (٢٥٦)

تدفین کے بعد قبر سے نہایت تیز خوشبو پھیلی، جسے مورخین عنبر اور مشک سے بڑھی ہوئی قرار دیتے ہیں۔ اس خوشبو کی شہرت سن کر لوگ دور دور سے آکر اس مٹی کو لے جاتے تھے۔ بعد میں لوگوں نے اس خطرے سے کہ کہیں قبر کی مٹی ہی ختم نہ ہو جائے، قبر کو محصور کر دیا۔[2]

خطیب اپنی سند سے عبد الواحد آدم الطواویسی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول کریمؐ کو ایک جماعت کے ساتھ دیکھا کہ آپ ایک جگہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ میں نے سلام کر کے عرض کیا: آپ کو کس کا انتظار ہے۔ فرمایا: انتظر محمد بن اسماعیل[3] (میں محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں) اور پھر جب ان کی وفات کی خبر پہنچی تو ہم نے دیکھا کہ اسی وقت امام بخاریؒ فوت ہوئے تھے جس

---

[1] ترجمہ جامع صحیح البخاری، ص ۴۷
[2] ایضاً
[3] شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۳۵

وقت ہم نے رسول کریمؐ کو دیکھا تھا۔[1] علمائے اسلام اور محدثین نے امام بخاریؒ کی موت کو علم کی موت سے تعبیر کیا ہے۔[2]

تصانیف امام بخاریؒ

حضرت امام بخاریؒ بہت بلند پایہ مصنف اور مؤلف ہیں۔ علوم حدیث میں ان کے کارنامے سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ یہاں ان کی چند تصانیف کے نام و احوال درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ الجامع الصحیح

اس کے بارے میں آئندہ صفحات میں تفصیل آرہی ہے۔

۲۔ التاریخ الکبیر فی تاریخ رواۃ واخبارہم

یہ وہی تاریخ ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی عمر کے اٹھارھویں سال چاندنی راتوں میں مسجد نبوی میں حجرہ مبارک اور منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھی۔[3] یہ تاریخ رجال میں بحیثیت جامعیت کے منفرد اور یکتا ہے۔ تاریخ کبیر میں امام بخاریؒ نے صحابہ کرام سے لے کر اپنے شیوخ تک تقریباً چالیس ہزار راویوں کا ذکر کیا ہے۔ اکثر جرح و تعدیل بھی ہے گو بالاستیعاب نہیں۔ امام بخاریؒ کے شیوخ اور معاصرین نے اس کتاب کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا ہے۔[4] امام تاج الدین سبکی کا خیال ہے کہ اس سے پہلے ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور اس کے بعد جس نے اس موضوع یعنی تاریخ اسماء اور کنیتوں وغیرہ پر قلم اٹھایا تو اس کتاب پر انحصار کیا۔

---

[1] تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۴
[2] طبقات شافعیہ، ج ۲، ص ۸
[3] ترجمہ جامع صحیح البخاری، ص ۴
[4] السنۃ قبل التدوین، ص ۲۶۵

بعض علمائے حدیث و رجال نے بخاری رح کی روایتوں کو اپنی طرف نسبت دے دی ہے
اور بعض نے اس سے روایت کر دی ہے۔ [1]

نسخے

آیا صوفیا۔ اس کا ایک فوٹو گراف نسخہ قاہرہ میں ہے۔ پیرس مکتبۃ القرویین بفاس،
آصفیہ، المکتبۃ السندیہ اور مکتبہ لیس باش اعیان العباسی بصرہ میں ہے اور اسی طرح اس کا
ایک نسخہ الظاہریۃ دمشق میں بھی ہے۔ [2]

التاریخ الکبیر آٹھ جلدوں میں ۱۳۶۱ھ و ۱۳۶۲ھ میں حیدر آباد (دکن) میں طبع
ہو چکی ہے۔

تاریخ کبیر کا ذکر ڈاکٹر صبحی الصالح نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں صفحہ ۳۶۷ پر
کیا ہے۔

۳۔ التاریخ الصغیر

فن تاریخ میں امام بخاری رح کی یہ بھی ایک بے مثل تصنیف ہے۔ فن حدیث کو
فن رجال کے ساتھ وہی تعلق ہے، جو روح کو جسم کے ساتھ ہے۔ اس لیے امام
صاحب کو اس کے ساتھ خاص شغف تھا۔ اس کو امام بخاری رح سے عبداللہ بن محمد بن
عبدالرحمن الاشقر نے روایت کیا ہے۔ اس تاریخ میں امام بخاری رح مشاہیر صحابہ و تابعین
کے سنین وفات و نسب و لقا کا ذکر کرتے ہیں اور جرح تعدیل بھی کرتے ہیں۔ بقول امام سبکی
کے امام بخاری رح کو ہر شخص کے بارے میں پوری معلومات حاصل تھیں، لیکن طوالت
کے خوف سے کتاب میں درج نہیں کیں۔ [3] یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں الہ آباد مطبع انوار
احمدی میں طبع ہوئی۔

---

[1] طبقات شافعیہ: ج ۲۔ ص ۱۰

[2] براکلمن ج ۳۔ ص ۱۷۸

[3] طبقات شافعیہ: ج ۲: ص ۵

نسخے

پٹنہ، برلن، بانکی پور، رام پور، بوھار کی لائبریریوں میں اس کے قلمی نسخے
موجود ہیں۔ تاریخ الصغیر کا ذکر ڈاکٹر صبحی الصالح نے علوم الحدیث میں صفحہ ۳۹۷
پر کیا ہے۔ تاریخ الصغیر پر حمدون بن عبدالرحمن الحاج نے ایک شرح بھی لکھی۔
بعنوان بہجۃ المسلك المدادی لقاری تاریخ البخاری، جو فاس میں طبع ہوئی۔
تاریخ طباعت درج نہیں۔ [1]

۴۔ کتاب الخلق افعال العباد

صحابہ رض و تابعین رح جس طرح آیات و احادیث سے باطل فرقوں کا رد کرتے تھے،
وہی طرز اس کتاب کا بھی ہے، اور یہی علم کلام قدیم ہے۔ اس کو امام بخاری رح سے
یوسف بن ریحان اور علامہ فربری نے روایت کیا ہے۔ اس کتاب میں فرق باطلہ جہمیہ
اور معطلہ کا رد ہے اور آیات و احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و اقوال تابعین بھی درج
ہیں۔

نسخے

اس کا ایک قلمی نسخہ پٹنہ میں موجود ہے۔ [2]

مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی نے ۱۳۰۶ھ میں یہ کتاب دہلی میں طبع کرائی۔

۵۔ کتاب الضعفاء الصغیر

حروف تہجی کی ترتیب سے اس کتاب میں ضعیف راویوں کے نام درج کیے
ہیں۔ اکثر وجہ تصنیف اور راوی کے تلمذ کا بھی ذکر ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف میں کتنی احتیاط برتی گئی ہے۔

---

[1] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۸، ۱۷۹

[2] تاریخ ادب العربی: براکلمن ج ۳۔ ص ۱۷۹

نسخے:

پٹنہ، لالی اور بانکی پور کے کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں[1]۔ کتاب المفردات (امام مسلم) کے ساتھ یہ کتاب آگرہ میں ۱۳۲۳ھ میں چھپی۔ نیز مطبع انوار احمدی الہ آباد میں ۱۳۲۵ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۶ - کتاب الکُنیٰ

اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے[2] محدثین کے نزدیک اس فن سے واقفیت حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس موضوع میں رواۃ حدیث کی کنیتوں کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، جس سے ایک راوی کا دوسرے سے اختلاط نہ ہو۔ ڈاکٹر صبحی الصالح نے علوم الحدیث کے صفحہ ۲۹۷ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن میں ٹائپ میں ۱۳۶۰ھ کو طبع ہوئی۔ ۹۷ صفحات پر مشتمل ہے اور ایک ہزار کے قریب کنیتوں سے متعلق اس میں بحث کی گئی ہے۔

۷ - کتاب الادب المفرد

یہ وہ کتاب ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب کا پتا دیتی ہے اس کو امام بخاریؒ سے احمد بن محمد الجلیل البزار روایت کرتے ہیں۔ اس کتاب کا ذکر بھی ڈاکٹر صبحی الصالح نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں صفحہ ۲۹۷ پر کیا ہے۔

نسخے

الظاہریہ دمشق، عمومیہ اور بانکی پور میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ قاہرہ میں طبع ہونے کے علاوہ آگرہ میں ۱۹۰۶ء میں اور استنبول میں ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوئی۔ اردو ترجمے سمیت کراچی سے شائع ہو چکی ہے[3]

---

[1] براکلمن ج ۳۔ ص ۱۷۹

[2] ہدی الساری ج ۲۔ ص ۲۰۵

[3] تاریخ ادب العربی براکلمن ج ۳ ص ۱۷۹

۸ - تنویر العینین برفع الیدین فی الصلٰوۃ

یہ بڑی جامع کتاب ہے، رفع الیدین کے علاوہ عدم رفع کے بارے میں بھی اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ سے اس کو محمود بن اسحاق الخزاعی روایت کرتے ہیں جو امام بخاری کے شاگرد ہیں۔

آصفیہ اور کلکتہ میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۲۵۶ھ میں طبع ہوئی۔ دہلی میں بھی یہ کتاب اس عنوان سے شائع ہوئی۔[1]

۹ - خیر الکلام فی القراۃ خلف الامام

اس کتاب کو "جزء قراۃ خلف الامام" بھی کہا جاتا ہے۔ امام صاحبؒ کا یہ ایک مشہور رسالہ ہے۔ امام صاحب نے اس رسالے میں قراۃ خلف امام کو بدلائل احادیث انکار ثابت کیا ہے اور دوسرے فریق کے جوابات نہایت عمدگی سے دیے ہیں۔ اگرچہ فریق کا نام نہیں لیا، لیکن فریق خود سمجھتا ہے کہ یہ کس کا جواب ہے۔ تحریر میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے جو محدثین کی خصوصیت ہے۔ ۱۲۹۹ھ میں بمقام دہلی اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔[2]

۱۰ - التاریخ الاوسط

یہ کتاب زمانی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہے۔ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اس کے حوالے دیے ہیں۔ اس کو امام بخاریؒ سے عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام الخفاف، ابو محمد زنجویہ بن محمد العباد روایت کرتے ہیں۔ اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر صبحی الصالح نے علوم الحدیث میں صفحہ ۲۹۷ پر کیا ہے۔ حیدر آباد دکن میں ۱۹۳۷ء میں اس کا ایک نسخہ ملا تھا۔[3]

---

[1] براکلمن ج ۳۔ ص ۱۷۹

[2] ایضاً

[3] ایضاً ۔ ص ۱۷۸

۱۱ - کتاب الضعفاء الکبیر

اس کا ایک قلمی نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔[1]

۱۲ - المسند الکبیر، التفسیر الکبیر

ان دونوں کا مفصل حال معلوم نہیں ہو سکا۔ ان دونوں کا ذکر امام بخاری رح کے تلمیذ علامہ فربری نے کیا ہے۔[2]

۱۳ - اسامی الصحابہ[3]

اس کا ذکر ابوالقاسم بن مَندہ نے کیا ہے اور وہ خود اس کو ابن فارس کے طریق سے روایت کرتے ہیں۔ اکثر عبارتیں اس سے نقل بھی کرتے ہیں۔ ابوالقاسم امام بغوی رح بھی اس سے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نقل کرتے ہیں۔ اس موضوع پر اس سے پہلے کی کسی تصنیف کا پتا نہیں چلتا۔ اس کے بعد ابن مَندہ رح، ابن عبدالبر رح، ابن الاثیر رح، حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے اسمائے صحابہ اور ان کے تاریخی حالات میں کتابیں تصنیف کیں۔[4]

۱۴ - الجامع الصغیر فی الحدیث[5]

حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ بقول ابن حجر رح اس کتاب کو امام بخاری رح سے عبداللہ بن محمد الاشقر نے روایت کیا ہے اور یہ تصنیف موجود ہے۔

---

[1] براکلمن ج ۲ - ص ۱۷۹

[2] ھدی الساری: ج ۲ - ص ۲۰۴، ۲۰۵ - المسند الکبیر کا پورا قلمی نسخہ امام ابن تیمیہ کے قلم کا لکھا ہوا کتب خانہ قلمی دار العلوم جرمن میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا۔ عبیداللہ رحمانی۔

[3] اس کا کامل نسخہ کتب خانہ قلمی دار العلوم جرمنی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا۔ عبیداللہ رحمانی۔

[4] ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، ابن حجر ج ۲ - ص ۲۰۵

[5] اس کا قلمی نسخہ بخط حافظ ابن حجر عسقلانی کتب خانہ دار العلوم جرمنی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا۔ عبیداللہ رحمانی۔

نایاب تصنیفات

۱۵ - الجامع الکبیر

اس کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے۔ اس کتاب کا بھی مفصل حال کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ نہ اس کے کسی قسم کے وجود کا پتا چل سکا۔[1]

۱۶ - کتاب الہبہ

اس کا ذکر امام بخاری رح کے کاتب محمد بن ابوحاتم نے کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ کتاب اس قدر جامع ہے کہ عبداللہ بن مبارک، وکیع، ابن جراح کی کتابوں سے اس کو کچھ نسبت نہیں۔ وکیع کی کتاب الہبہ میں دو یا تین اور عبداللہ بن مبارک کی کتاب میں صرف پانچ حدیثیں مرفوع تھیں۔ لیکن امام بخاری رح کی کتاب میں پانچ سو کے قریب مرفوع حدیثیں ہیں، لیکن افسوس کہ اس کے کسی نسخے کا پتا نہ چل سکا۔

۱۷ - کتاب الوُحدان

اس کتاب میں امام بخاری رح نے ان روات صحابہ کا ذکر کیا ہے، جن سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔ امام بخاری رح سے پہلے کسی نے اس موضوع پر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ بعد میں امام نسائی رح اور امام مسلم رح نے کتاب الوُحدان لکھی۔ اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر صبحی الصالح نے علوم الحدیث میں کیا ہے۔

۱۸ - کتاب المبسوط

کتاب المبسوط کے موضوع بحث کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ لیکن قیاس یہ ہے کہ اس کتاب میں بسط کے ساتھ وہ فقہی مسائل ہوں گے جو احادیث سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ خلیلی نے اس کا ذکر اپنی کتاب ارشاد میں کیا ہے کہ امام بخاری رح سے مہیب

---

[1] ھدی الساری: ج ۲ - ص ۲۰۴، الجامع الکبیر کا کامل نسخہ بخط حافظ ابن کثیر رح کتب خانہ قلمی دار العلوم جرمن میں دوسری جنگ عظیم سے پہلے موجود تھا۔

بن سلیم نے روایت کیا۔[1]

۱۹۔ کتاب العلل

یہ فن نہایت دقیق اور عمدہ ہے، اس کا ذکر ابوالقاسم بن مندہ ؒ نے کیا ہے۔[2]

۲۰۔ کتاب الفوائد

اس کا ذکر امام ترمذی ؒ نے اپنی کتاب "المناقب" میں کیا ہے، لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاری نے کس قسم کے فوائد اس میں ودیعت کیے ہیں۔ لیکن قرینہ یہ ہے کہ اس میں وہ نکاتِ حدیثیہ ہیں جو فنِ علل سے تعلق رکھتے ہیں۔[3]

۲۱۔ برالوالدین

امام بخاری ؒ سے محمد بن دَلُّویہ روایت کرتے ہیں۔ اس کے وجود کا پتا نہیں چل سکا۔[4]

۲۲۔ کتاب الاشربہ

اس کا ذکر امام دارقطنی نے اپنی کتاب "المؤتلف والمختلف" میں کیا ہے۔

۲۳۔ قضایا الصحابہ والتابعین

امام بخاری ؒ نے یہ مبارک کتاب تاریخ الکبیر سے قبل ۲۱۲ھ میں تصنیف کی ہے جب کہ آپ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اس میں تعامل صحابہ رضؓ کا ذکر ہے۔ یہ نہایت مفید اور کارآمد کتاب ہے۔[5]

---

[1] مقدمہ فتح الباری ج ۲ - ص ۲۰۵

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً ص ۲۰۲

[5] ایضاً ص ۲۰۵

[6] طبقات شافعیہ: ج ۲ - ص ۵

۲۴۔ کتاب الرقاق

اس کا ذکر صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ نے کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "کتاب الرقاق للبخاری من کتب الحدیث"۔ لیکن افسوس آج تک دُنیا کے کسی کتب خانے میں اس کا پتا نہیں چلا اور نہ اس کا کوئی راوی معلوم ہوا۔

تیسرا باب

الجامع الصحیح

الجامع الصحیح[1]

صحیح بخاری کی مقبولیت و اہمیت

علمائے اصول حدیث نے کتب احادیث کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے -
طبقہ اولیٰ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالکؒ -
طبقہ ثانیہ میں جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مسند امام احمد بن حنبل، سنن نسائی شامل ہیں -
طبقہ ثالثہ میں مسند ابن ابی شیبہ، مسند الطیالسی، مسند ابن حمید، مصنف عبد الرزاق، سنن بیہقی ہے[2]

ان طبقات کتب میں محدثین کے نزدیک صحاح ستہ کو باقی تمام کتب حدیث پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے - صحیح بخاری میں صحت، تفقہ اور استنباط نمایاں ہیں - صحیح مسلم حسن ترتیب کے اعتبار سے مشہور ہے اور ساتھ ہی تعلیقات کی قلت بھی ہے - فن حدیث میں کثرت معلومات کے لیے جامع ترمذی مشہور ہے - احادیث احکام کے متعلق سنن ابی داؤد کو بڑی اہمیت حاصل ہے -

---

[1] جامع حدیث کی اسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں تمام ابواب حدیث شامل ہوں - آٹھ باب ضروری ہیں - (۱) باب عقائد (۲) احکام (۳) رقاق (۴) آداب الطعام والشراب (۵) باب التفسیر والسیر (۶) سفر والقیام والعقود (۷) باب الفتن (۸) المناقب والمصالح - (علوم الحدیث: صبحی الصالح صفحہ ۱۲۲)

[2] الرسالۃ المستطرفہ: محمد بن جعفر الکتانی ص ۵

صحاح ستہ میں صحیح بخاری کو افضلیت کا درجہ حاصل ہے۔

اوّل من صنّف فی صحیح المجرد علی ماقالہ غیرُ واحد الامام ابو عبد اللہ البخاری رحمہ اللہ[1]

یعنی بقول اکثر کے امام بخاری رحمہ اللہ پہلے محدث ہیں جنھوں نے محض صحیح احادیث کو جمع کیا۔

امام بخاری کی کل تصنیفات میں الجامع الصحیح جو صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے، دُنیا کے تمام اسلامی ممالک میں شائع ہو چکی ہے اور جن وجوہ سے مسلمانوں نے امام بخاریؒ کو امام المحدثین، امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا، ان میں ایک یہ مبارک کتاب بھی ہے۔ یہ رتبہ، یہ فضیلت، یہ شرف، یہ اعتبار متقدمین سے لے کر متاخرین تک اسلام میں نہ کسی محدث کی تصنیف کو حاصل ہوا نہ کسی فقیہہ اور امام کی تالیف کو۔ اسی بنا پر امام المحدثین امام بخاری کی اس کتاب "الجامع الصحیح" کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا ہے۔

صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر اس کی صرف تاریخ لکھی جائے اور ہر پہلو سے اس پر مستقل بحث کی جائے تو اس کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

امام بخاریؒ ایک ترجمۃ الباب لکھ کر اس کے تحت ایک حدیث کسی سند سے لاتے ہیں۔ پھر دوسرا باب لکھتے ہیں اور اس میں بھی وہی حدیث دوسری سند سے لاتے ہیں۔ اس طرح کئی کئی ترجمۃ الباب میں ایک ہی حدیث لاتے ہیں، یہاں تک کہ بظاہر وہ حدیث مکرر سہ مکرر ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری کے شروح کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ چکی ہے اور اہل علم نے اس کا کوئی پہلو یا کوئی موضوع ایسا نہیں چھوڑا جس پر بحث نہ کی ہو۔ کسی نے نحوی تحقیقات سے بحث کی، کسی نے صرف تراجم الابواب کو موضوع بحث قرار دے کر کتاب لکھی، کسی نے لغات سے بحث کی، کسی نے رجال سے، کسی نے تعلیقات کو ہدف گفتگو ٹھہرایا۔ کسی نے متابعات سے بحث کی، کسی نے استخراج کیا، کسی

[1] صبحی الصالح ص ۱۱۶، ۱۱۷

نے استدراک کیا، کسی نے تنقید پر کتاب لکھی، تاہم امام بخاریؒ کے دقیق خیال اور لطیف استدلال تک بہت کم لوگوں کو رسائی ہوئی۔

اس کی رفعت و شان کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ کروڑوں مسلمان اس کو مایۂ ناز کتاب سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اسی تنقید اور تحقیق کے ساتھ اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے پوری جانفشانی، محنت، سعی، جان نثاری اور اپنے خداداد حافظے سے کام لے کر اس کو جمع کیا۔ مسلمانوں کے تمام فرقے، تصوّف و سلوک کے تمام طبقے اور سب پڑھے لکھے لوگ قرآن کے بعد اس کتاب کی صحت و جامعیت میں متفق اللسان ہیں۔

صحیح بخاری کا پڑھنا تمام بیماریوں کے لیے باعث شفا ہے اور ہر قسم کے حزن و ملال کا اس کے مطالعے سے خاتمہ ہو جاتا ہے[1] سخت مصیبت کے وقت، خوف دشمن، مرض کی شدت، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں جامع الصحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ اکثر اس کا تجربہ ہو چکا ہے[2] صلاح الدین ایوبی نے صلیبی جنگ میں صحیح بخاریؒ کا ختم کرایا تھا۔ اصحاب تقویٰ کے بہت سے خوابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے[3]

یعنی وہ مستند خواب جس کا سلسلہ سند امام بخاریؒ تک پہنچتا ہے، بہت ہی باوقعت ہوگا۔ فربری، امام بخاری کے کاتب سہیل وراق سے ناقل ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ رسول کریمؐ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور جب رسول کریمؐ اپنا پاؤں مبارک اٹھاتے ہیں تو امام بخاریؒ اپنا قدم رسول کریمؐ کے نشان قدم پر رکھتے ہیں[4]

[1] براکلمن، ج ۳ - ص ۱۶۵،

[2] الحطۃ فی ذکر صحاح ستہ ص ۸۸

[3] بستان المحدثین: ص ۱۷۴

[4] طبقات شافعیہ، ج ۲ - ص ۸۔

اسی طرح طبقات شافعیہ میں امام سبکی فربری سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم ؐ کو خواب میں دیکھا، آپ ؐ نے مجھ سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: امام بخاری ؒ کے پاس! تو رسولِ کریم ؐ نے فرمایا: امام بخاری ؒ کو میرا اسلام کہنا۔[1]

نجم بن فضیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولِ کریم ؐ قبر شریف سے باہر تشریف لائے اور امام بخاری ؒ آپ ؐ کے پیچھے آپ ؐ کے نشانِ قدم مبارک پر چلے جا رہے ہیں۔

ان خوابوں کے علاوہ ابوسہیل مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں رکن بیت اللہ حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ جناب رسول کریم ؐ فرما رہے ہیں:۔ ابوزید شافعی کی کتاب کا درس میری کتاب کی موجودگی میں کب تک دیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول ؐ اللہ! آپ کی کون سی کتاب ہے؟ فرمایا: "الجامع الصحیح لمحمد بن اسماعیل"۔[2]

ٹومس ولیم بیل اورینٹل بیوگریفیکل ڈکشنری مطبوعہ لندن (۱۸۹۰ء) میں لکھتے ہیں:۔
امام بخاری ؒ کی تصنیف صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی ہے اور روحانی و دنیاوی معاملات دونوں حیثیت سے قرآن کے بعد معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پھر اس سے آگے لکھتے ہیں:۔

اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی، الہامات اور افعال و اقوال ہی درج نہیں بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفسیر بھی درج ہے۔

تالیف صحیح بخاری

وجہ تالیف

صحابہ کے بعد تابعین میں تو احادیث لکھنے کا رواج عام ہو گیا تھا۔ اموی خلیفہ

---

[1] طبقات شافعیہ: ج ۲ - ص ۸

[2] مقدمہ فتح الباری: ج ۲ - ص ۲۰۲

عمر بن عبدالعزیز ؒ (خلافت ۹۹-۱۰۱ھ) نے تدوین حدیث کی تحریک کی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ابن شہاب زہری[1] (متوفی ۱۲۴ھ) اور ابوبکر حزمی انصاری (متوفی ۱۲۰ھ) نے حدیث کی کتابیں تالیف کی تھیں[2] اس کے بعد تدوین حدیث عام ہو گئی۔ یمن میں امام مَعْمَر بن راشد ؒ (متوفی ۱۵۳ھ) مکے میں امام ابن جُرَیج (متوفی ۱۵۰ھ) مدینہ میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) شام میں امام اوزاعی (۸۸ - ۱۵۷ھ) البصرہ میں امام سعید بن ابی عَرُوبہ بصری اور ربیع بن صبیح بصری (متوفی ۱۶۰) اور حماد بن سلمہ ؒ بصری، کوفہ میں سفیان ثوری ؒ (متوفی ۱۶۱ھ) واسط میں ہُشَیم (متوفی ۱۸۸ھ)، رے میں جریر بن عبدالحمید (م ۱۸۸ھ) مصر میں لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) اور خراسان میں عبداللہ بن مبارک ؒ (متوفی ۱۸۱ھ) جیسے نامور اور شہرۂ آفاق محدثین نے حدیث کی کتابیں تالیف کیں۔ اسی دور میں امام مالک ؒ (متوفی ۱۷۹ھ) نے مدینہ میں ۱۴۳ھ میں "الموطا" تالیف کی۔ امام بخاری کے سامنے یہ سب کتب احادیث موجود تھیں۔

۱۔ امام بخاری ؒ نے ان تصانیف کو دیکھا ان کو جانچا اور ان میں ہر قسم کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو مخلوط پایا تو انھوں نے صحیح احادیث جمع کرنے کا ارادہ کیا۔

۲۔ امام بخاری ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انھوں نے فرمایا:

لوجمعتم کتابا مختصرًا لصحیح سنة النبی ؐ۔

کاش نبی کریم ؐ کی صحیح صحیح احادیث سے ایک مختصر کتاب تم جمع کرتے۔

امام بخاری فرماتے ہیں وقع ذٰلکَ فی قَلْبِیْ - یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور آگ میں روغن کا کام دے گئی۔ میں نے اسی وقت سے جامع صحیح کی تدوین شروع کر دی۔[3]

---

[1] علوم الحدیث: صبحی الصالح ص ۳۸۱

[2] فجر الاسلام: احمد امین ص۔ ۲۶۰

[3] ترجمہ جامع صحیح البخاری: ص ۸

۳ - تیسری وجہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد بن سلیمان بن فارس نے کہا کہ میں نے امام بخاری کو کہتے ہوئے سُنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ کو خواب میں دیکھا کہ میں آپؐ کے حضور میں کھڑا ہوں، میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے، جس سے میں آپؐ کے اوپر سے مکھیاں ہٹا رہا ہوں۔ بیدار ہو کر میں نے بعض معبرین سے تعبیر پوچھی۔ تعبیر دینے والوں نے یہ تعبیر دی۔

فقال لی انت تذب عنه الكذب

کہ تم رسول کریمؐ پر سے جھوٹ اور اتہام کو دُور کرو گے۔

یعنی جناب رسول کریمؐ کی طرف جن جھوٹ احادیث کی نسبت کی جاتی ہے وہ تم ان کو دفع کرو گے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں: یہ بات ہے جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں صحیح احادیث کا استخراج کروں۔[1]

اس بابرکت خواب نے امام المحدثین کے شوق میں مزید اضافہ کیا اور جامع صحیح کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔[2]

مدت و کیفیت تالیف

وراق نے امام صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے کہ میں نے جامع صحیح البخاری کو سولہ برسوں میں لکھا اور یہ بھی امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے جامع الصحیح کو تین بار تالیف کیا۔

امام سبکیؒ رقم طراز ہیں کہ امام بخاریؒ نے کہا میں نے چھ لاکھ احادیث میں سے صحیح احادیث اس میں جمع کیں اور اس کو سولہ برسوں میں مکمل کیا۔ مزید فرمایا کہ میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان اس کو حجت بنایا ہے۔[3]

---

[1] کشف الظنون: حاجی خلیفہ ج ۲ - ص ۵۴۴
[2] تسہیل القاری: ص ۱
[3] طبقات الحنابلہ: ج ۱ - ص ۲۷۶

ابوالہیثم کُشْمُہِینِیؒ کہتے ہیں: میں نے امام فربریؒ سے سنا، وہ امام بخاریؒ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث الجامع الصحیح میں اس وقت تک نہیں شامل کی جب تک وضو کر کے دو رکعت نماز نہ ادا کی ہو۔[1] ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے اس کو مسجد حرام (بیت اللہ) میں تالیف کیا۔ دو رکعت پڑھ کر ہر حدیث پر استخارہ کرتا، جب مجھے پوری طرح اس کی صحت کا یقین ہو جاتا تو الجامع الصحیح میں درج کرتا۔[2]

علامہ ابن عدی اپنے شیوخ کی ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے الجامع الصحیح کے تراجم الابواب کو حجرۂ نبوی اور منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھا۔ وہ ہر ترجمۃ الباب دو رکعت نماز پڑھ کر لکھتے تھے۔[3]

وراق نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں امام بخاری کے ساتھ تھا، میں نے ان کو کتاب التفسیر لکھتے دیکھا۔ وہ رات کو پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے اور چقماق سے آگ روشن کر کے چراغ جلاتے اور حدیثوں پر نشان لگا کر سو جاتے۔ اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ صحیح ہونے کا یقین ہو جاتا تو اس پر نشان دیتے۔[4] یہی کتاب کے تراجم الابواب کی ترتیب و تہذیب اور ہر باب کے تحت میں حدیث کو شامل کرنا، یہ خدمت امام صاحب نے ایک بار حرم محترم میں اور دوسری بار منبر و محراب کے درمیان بیٹھ کر سر انجام دی۔[5] تراجم الابواب کی ترتیب و تہذیب کے وقت جو حدیثیں تراجم ابواب کے تحت میں لکھتے تو پہلے غسل کر کے استخارہ کر لیتے۔

---

[1] طبقات حنابلہ: ج ۱ - ص ۲۷۴
[2] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۴۴
[3] تاریخ بغداد: ج ۲ - ص ۹
[4] طبقات شافعیہ: ج ۲ - ص ۷
[5] بستان المحدثین: ص ۱۷۲

ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحیح بخاری تالیف کر کے ان شیوخ کے سامنے پیش کی جن کا فضل و کمال اہل اسلام میں مسلم تھا، سب نے بالاتفاق اس کی صحت کی شہادت دی۔

اس کتاب میں امام بخاریؒ نے بڑی تحقیق و تنقید اور جرح و قدح کے بعد منتخب کر کے ۹۰۸۲ صحیح احادیث درج کیں۔ اگر مکرر حدیثوں کو نکال دیا جائے تو پھر حدیثوں کی کل تعداد ۲۹۷۰ رہ جاتی ہے۔ اس میں معلقات، متابعات، موقوفات اور مقطوعات شامل نہیں۔ اس کتاب کو مسائل فقہ کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ مختلف عنوان قائم کر کے ہر عنوان کے تحت اسی مضمون کی صحیح حدیثیں نقل کر دی گئی ہیں۔ صحیح بخاری ۹۷ کتابوں اور ۳۴۵۰ ابواب میں منقسم ہے۔ [1] بقول ابن صلاح صاحب مقدمہ، صحیح بخاری میں ۷۲۷۵ احادیث مکرر احادیث سمیت ہیں۔ امام نوویؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن حجر کے قول کے مطابق سوائے معلقات اور متابعات کے احادیث کی تعداد ۷۳۹۷ ہے بغیر مکررات کے احادیث کی تعداد ۲۶۰۲ ہے۔ بشمول معلقات ۲۷۶۱ احادیث ہیں اور تمام قسم کی احادیث شامل کر کے ۹۰۸۲ ہیں۔ (الحطہ فی ذکر صحاح ستہ، ص ۸۶)

عنوان کتاب

صحیح بخاری کی تالیف کے وقت امام بخاریؒ کے پیش نظر دو تین باتیں تھیں۔

اوّل ان حدیثوں کا انتخاب اور جمع کرنا جن کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاریؒ سے قبل محدثین کا، یا اس وقت کے محدثین کا اتفاق ہو چکا تھا، اس لیے انھوں نے اس تالیف کا نام "الجامع الصحیح من احادیث رسول اللہ ﷺ و سننہ و ایامہ" رکھا۔

ثانی استنباط مسائل فقہیہ، استخراج نکات حکمیہ جن کو امام بخاریؒ کی دقت پسند طبیعت کے نتائج کتنا زیادہ مناسب ہے اور اسی مقصود (استخراج مسائل فقہیہ) کی وجہ سے متن میں اگر تکرار بھی ہو تو اس کی پروا نہیں کرتے، لیکن التزام یہ ہے کہ متن اور

[1] ضحی الاسلام: احمد امین ج ۲۔ ص ۱۱۵

اسناد دونوں ہر طرح مکرر نہ ہوں۔ تکرار صرف مضمونِ حدیث میں ہوتا ہے، تبدیل اسناد سے حدیث درجۂ آحاد سے تواترِ معنوی یا شہرت کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔

استخراجِ مسائل میں ایک بہت ہی عمدہ التزام یہ ہے کہ پہلے آیات سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث و آیت کی تطبیق و توفیق کا خیال مقدم رہتا ہے۔ آیت کی تفسیر حدیث سے یا حدیث کی تشریح آیت سے ہو جاتی ہے۔ استدلال کا انداز بہت ہی لطیف اور دقیق ہوتا ہے۔ اکثر لوگ ناواقفیت کی بنا پر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اور امام صاحب کو نشانۂ اعتراض بناتے ہیں۔

استخراج مسائل فقہیہ چوں کہ اہم مقاصد میں سے ہے، اس لیے بہت سے ابواب میں صرف فیہ عن فلان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جو پہلے گزر چکی ہے، خواہ قریب ہو یا بعید۔ کبھی کسی باب کے تحت متن حدیث مذکور ہے، لیکن سلسلۂ سند محذوف یا حدیث معلق ذکر کی ہے۔ بہت سے تراجم الابواب ایسے ہیں جن کے تحت متعدد احادیث مذکور ہیں۔ کہیں ایک حدیث، کہیں صرف قرآن کی آیات۔ یہ سب انداز بتاتے ہیں کہ استخراج مسائل فقہیہ صحیح بخاری کی تالیف کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔ [1]

بعض تراجم الابواب کے تحت نہ کوئی حدیث ہے نہ قرآن کی آیت، نہ اثر صحابی، نہ قولِ تابعی، بلکہ بالکل بیاض ہے۔ یہ ایسا موقع ہے کہ کوئی مسئلہ پیش آیا لیکن اس کی دلیل بروقت نہ مل سکی۔ صورت مسئلہ بعنوان ترجمۃ الباب لکھ دیا، اس خیال سے کہ اس پر غور کریں گے، لیکن موت نے مہلت نہ دی۔ بعض مقامات پر صرف حدیث ہے، ترجمۃ الباب نہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ حدیث صحیح کا تیقن ہو گیا جسے کتاب میں داخل کر لیا، لیکن استنباطِ مسئلہ کی نوبت نہ آئی۔ [2]

[1] ضحی الاسلام۔ احمد امین ج ۲۔ ص ۱۱۵

[2] ایضاً

تراجم ابواب

امام بخاری رح نے صحیح بخاری کے تراجم الابواب میں بڑے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے ہیں۔ کہیں تو وہ نہایت دقیق فقہی نکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کسی جگہ محدثانہ اصول اور حدیث کی علتِ غامضہ بتلاتے ہیں، جس کے حل کے لیے نظرِ غائر، فہم صائب اور ذکاوت و فطانت کے علاوہ کثرتِ معلومات اور وسعتِ نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام بخاری رح نے عنوان یعنی باب قائم کرنے کے لیے استنباطِ احکام میں جو محنت اور کاوش کی ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔ امام بخاری رح کے ابواب میں فقیہانہ رموز مضمر ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

فقه البخاری فی تراجم ابوابه۔[1]

امام بخاری کی فقاہت کا ان کے تراجم الابواب سے پتا چلتا ہے۔

فقہا و محدثین میں یہ مقولہ مشہور ہے۔

تراجم ابواب سے متعلق مستقل تصانیف

صحیح بخاری کے تراجم الابواب کے مہتم بالشان ہونے کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض اجلہ محدثین اور فحول مصنفین نے تراجم کے مقاصدِ جلیلہ اور اشاراتِ غامضہ کے حل کرنے میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ علامہ ناصر الدین احمد بن المُنَیِّر[2] خطیب اسکندریہ نے تراجم الابواب پر ایک مستقل کتاب لکھی جو بڑی مبسوط ہے اور اس کا نام ہے۔ "المتواری علی تراجم البخاری۔"

۲۔ علامہ محمد بن منصور المغربی السجلماسی نے ایک کتا تصنیف کی۔ اس کا نام

۱۔ علوم الحدیث

۲۔ یہ لفظ بہ تشدید "یا" ہے

"فك اغراض البخاری المبهمه فی الجمع بین الحدیث والترجمة" ہے حاجی خلیفہ نے فک کی جگہ حل اغراض البخاری رقم کیا ہے۔[1]

۳۔ علامہ ابن ابی عبداللہ رشید السبتی نے ایک ضخیم اور مبسوط کتاب صحیح بخاری کے تراجم الابواب پر لکھی جس کا نام: "ترجمان التراجم" ہے۔ لیکن یہ مفید کتاب نامکمل رہی اور صرف باب الصوم تک لکھی جا سکی۔[2]

۴۔ علامہ زین الدین علی بن المُنَیِّر نے بھی ایک کتاب تراجم کے بارے میں تصنیف کی جس کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے هدى الساری میں کیا ہے۔

۵۔ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری ایک بڑا ہی جامع رسالہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہے جو ۱۳۲۳ھ کو حیدر آباد (دکن) سے شائع ہوا۔[3] اس سے پہلے یہ تیسیر القاری شرح فارسی صحیح البخاری کے حاشیے پر ۱۳۰۵ھ میں لکھنؤ سے طبع ہوا تھا۔[4] اس رسالے کے ابتدا میں تراجم الابواب کے متعلق چند مختصر لیکن جامع اصول بیان کیے گئے ہیں۔ پھر الگ الگ چار سو سے زائد تراجم پر بحث کی گئی ہے۔ ان مستقل تصانیف کے علاوہ صحیح بخاری کی شروح میں تراجم الابواب پر بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے اور اپنی معلومات کے مطابق ہر شارح نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس بحث کو حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے خاص طور سے لائقِ اعتنا گردانا ہے۔

علامہ ابن خلدون صحیح بخاری کے تراجم الابواب کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب سے بلند پایہ کتاب ہے، اس لیے اہل علم

۱۔ کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۱

۲۔ ایضاً

۳۔ براکلمن ج ۳۔ ص ۱۷۷

۴۔ ایضاً ص ۱۷۴

اس کی شرح کو سخت مشکل کام خیال کرتے ہیں اور اس کے مقاصد تک پہنچنے کے لیے چند امور کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ ایک ہی حدیث کی متعدد اسناد سے آگاہ ہونا۔

۲۔ ان اسناد کے رجال کا اس طرح علم ہونا کہ کون ان میں شامی ہے، کون حجازی اور کون عراقی ہے۔

۳۔ ان کے حالات سے آگاہ ہونے کے علاوہ یہ جاننا کہ اہلِ علم ان میں کیا اختلاف رکھتے ہیں اور امام بخاری رحمہ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس وجہ سے تراجم الابواب کے سمجھنے میں بڑی دقیق نگاہ اور وسعتِ مطالعہ کی ضرورت ہے۔

امام بخاری رح ایک ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں ایک سند سے حدیث لاتے ہیں، اس وجہ سے کہ دوسرے ترجمۃ الباب کی بھی یہی دلیل ہے۔ اس طرح متعدد تراجم الابواب میں بوجہ کثرتِ معانی و اختلافِ سند حدیث مکرر ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم الابواب کو دعاوی اور ان کے ماتحت کی حدیثوں یا آیتوں وغیرہ کو دلائل یا بمنزلہ دلائل خیال کر لینا غلط فہمی ہے۔ صحیح بخاری کا مطالعہ کرنے والے اکثر حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ترتیب صحیح بخاری

اگرچہ امام سبکی رح نے طبقاتِ شافعیہ میں امام بخاری رح کو مسلکاً شافعی قرار دیا ہے، لیکن امام موصوف کسی خاص مسلک کے پابند نہیں تھے۔ درحقیقت وہ ایک بلند پایہ مجتہد ہیں۔ کبھی تو ان کے خیالات و آراء شافعی رح مذہب کے موافق ہوتے ہیں اور کبھی مذہب ابی حنیفہ رح کے اور کبھی دونوں کے خلاف۔ کبھی امام بخاری رح حضرت ابن عباس رض کے مذہب کو پسند کرتے ہیں اور کبھی مذہب مجاہد رح و عطاء کو۔

امام بخاری رح کے اس اجتہادی ذہن اور فقہی رجحان کا اثر ان کی کتاب الجامع الصحیح کی ترتیب و تالیف میں نمایاں ہے۔ اگرچہ اس میں فقہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے، لیکن کتاب میں بعض ابواب بالکل غیر فقہی قسم کے بھی شامل کر لیے گئے ہیں۔

امام موصوف نے کتاب "بدء الوحی" سے شروع کی ہے۔ پھر کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء سے کتاب الجہاد تک۔ اس کے بعد کتاب بدء الخلق، کتاب الانبیاء، کتاب المناقب، کتاب فضائل اصحاب النبی صلعم وغیرہ۔ ضحی الاسلام کے مصنف احمد امین کا خیال ہے کہ بدء الخلق سے لے کر کتاب التفسیر تک کے ابواب غیر فقہی ہیں۔ بالآخر کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور التوحید پر صحیح بخاری کو ختم کیا گیا ہے۔ بہرحال کتاب کی ترتیب امام بخاری رح کی اجتہادی اور فقہی بلندی کا پتا دیتی ہے۔

شروط صحیح البخاری

امام ابو عبد اللہ حاکم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی مسند حدیثوں کے لیے (جو اصل موضوعِ کتاب ہیں) یہ شروط معین فرمائی ہیں کہ ہر صحابی سے دو مشہور تابعیوں نے روایت کی ہو۔ اور ہر تابعی سے دو دو راوی ثقہ، عادل، ضابط جامع شروطِ صحت نے روایت کی ہو۔ اسی طرح سلسلۂ روایت ہر طبقے میں چلا جائے، یہاں تک کہ امام بخاری رح تک وہ حدیث پہنچی ہو۔

صحیح بخاری کی حدیثوں کی شرائط مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ سب ناقلین و رواتِ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کی ثقاہت پر اتفاق ہو۔ یعنی رواۃ مسلم، صادق، غیر مدلس، غیر مختلط، متصف بصفاتِ عدالت، ضابط، متحفظ، سلیم الذہن، قلیل الوہم، سلیم الاعتقاد ہوں۔ اور یہ صفات اعلیٰ درجے کی ہوں [1]

۲۔ سلسلۂ روایت منقطع نہ ہو۔ ان یکون اسنادہ متصلاً۔[2] (اسناد متصل ہوں)

---

[1] ضحی الاسلام، ج ۲، ص ۱۱۳

[2] ایضاً

۳ - اگر معنعن روایت ہو تو راوی کا اپنے شیخ سے لقا ضرور ثابت ہونا چاہیے۔

۴ - اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری رح سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو یا امام بخاری رح کے معاصرین کا اتفاق ہو۔

۵ - علت اور شذوذ سے خالی ہو۔ مندرجہ بالا صفات رواۃ کے علاوہ رواۃ اعلیٰ طبقے کے ہوں، ادنیٰ یا اوسط ہونا کفایت نہیں کرتا۔

صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح اور فضیلت

بلحاظ صحت جمہور محدثین کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ امام بخاری رح کی کتاب "صحیح بخاری" متعدد وجوہ سے تمام کتب احادیث پر مقدم ہے، یہاں تک کہ اس کے بارے میں یہ مقولہ زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے۔

اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کتابِ اللّٰہِ الباری الجامع الصحیح للبخاری رح۔

بعض مشائخ حدیث مثلاً حاکم کے استاد ابو علی نیشاپوری نے صحیح مسلم کے بارے میں کہا ہے کہ آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے۔ ان کے الفاظ ہیں: ما تحت ادیم السماء اَصَحُّ من کتاب مُسلم۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رح لکھتے ہیں کہ اس قول میں یہ صراحت نہیں ملتی کہ صحیح مسلم صحیح بخاری سے اصح ہے۔ ابو علی نیشاپوری نے صرف اس کتاب کے وجود کی نفی کی ہے جو مسلم سے زیادہ صحیح ہو، لیکن اس کے برابر کتاب سے انکار نہیں کیا۔

اسی طرح بعض علمائے مغرب نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے۔ لیکن یہ فضیلت صحت اور قوت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ فقط ان زائد از اصل امور میں ہے جو کہ حسن سیاق اور جودت وضع و ترتیب کے لحاظ سے اس میں پائے جاتے ہیں۔

صحت کے لحاظ سے بخاری کی کتاب مسلم سے افضل ہے، کیونکہ جن صفات و شرائط پر مدار صحت ہے، وہ صحیح مسلم کی نسبت صحیح بخاری میں زیادہ اَتمّ، اَشدّ، قوی اور پختہ ہیں۔ چنانچہ اتصال سند میں امام بخاری رح نے یہ شرط عائد کی ہے کہ

راوی کی ملاقات اپنے شیخ سے ثابت ہونی چاہیے، اگرچہ یہ ملاقات ایک ہی بار کیوں نہ ہو۔ اس کے برعکس امام مسلم رح نے صرف معاصرت یعنی راوی اور مروی عنہ کے ہم عصر ہونے پر اکتفا کیا ہے۔ پھر امام بخاری رح کے نزدیک راوی کا اپنے شیخ سے سماع ثابت ہونا چاہیے۔[1]

اسی طرح عدالت اور ضبط میں امام مسلم رح کی نسبت امام بخاری کے رواۃ کو فضیلت حاصل ہے۔ امام بخاری رح کے منفرد رجال کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور تقریباً اسّی رجال پر طعن و جرح کی گئی ہے۔ برخلاف اس کے امام مسلم رح کے منفرد رجال کی تعداد چھ سو دس ہے اور ان میں سے ایک سو ساٹھ رجال پر طعن کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امام بخاری رح کے مطعون رجال اکثر ان کے شیوخ ہیں، جن کے بارے میں اور جن کی احادیث کے بارے میں امام بخاری رح کو بالواسطہ علم نہیں تھا کہ ان کے حالات امام بخاری سے مخفی ہوتے، اس کے برعکس امام مسلم رح کے مطعون رجال متقدمین میں سے ہیں۔[2]

جہاں تک شذوذ اور عدم تعلّل کا تعلق ہے امام بخاری رح کو فضیلت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رح کی احادیث پر بمقابلہ امام مسلم رح کے کم تنقید کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں مصنف کی حیثیت سے امام بخاری رح کا درجہ امام مسلم رح سے افضل ہے اور علم حدیث میں امام بخاری زیادہ متبحر ہیں۔ امام مسلم رح، امام بخاری کے شاگرد تھے، ان سے استفادہ کرتے تھے اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے تھے، اور شہادت دیتے تھے کہ امام بخاری رح اس فن میں ہر طرح منفرد ہیں اور ان کو سید المحدثین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ امام دارقطنی کا قول ہے:

لولا البخاریؒ لما راح مُسلمٌ ولاجاءَ۔[3]

یعنی اگر امام بخاری رح نہ ہوتے تو امام مسلم رح اس فن میں ظاہر نہ ہوتے اور نہ اس

---

[1] علوم الحدیث، ص ۱۲۰

[2] فتح المغیث: سخاوی ص ۱۱

[3] نخبۃ الفکر، ص ۳۰

میدان میں قدم رکھتے ۔

اسی طرح ایک بار یوں فرمایا کہ امام مسلم رح نے کیا کہ صحیح بخاری کو لے کر اس کی حدیثوں کا استخراج کیا اور کچھ اضافہ کیا ۔

وقال ابن خزیمة :

ماذا أیتُ تحت ادیم السماء اعلم بحدیث رسول اللہ من محمد بن اسماعیل البخاری[1]

یعنی میں نے آسمان کی چھت کے نیچے محمد بن اسماعیل بخاری سے زیادہ حدیث کا عالم کسی کو نہیں پایا ۔

ایک جگہ منقول ہے:

وجاءہ مسلم رح بن الحجاج فقبلہ بین عینیہ وقال : دعنی اقبل رجلیک یا استاذ الاستاذین ، و سید المحدثین ، وطبیب الحدیث فی عللہ[2]

یعنی امام بخاری کے پاس مسلم بن حجاج آئے اور اُنھوں نے ان کی آنکھوں کا بوسہ لیا ۔ پھر فرمایا ، اے استاذ الاساتذہ ، اے سید المحدثین ، اے طبیب حدیث ۔ مجھے اجازت دیجیے کہ آپ کے پاؤں چوم لوں ۔

امام ترمذی نے ان کے بارے میں کہا :

"لم ادفی العلل والرجال اعلم من البخاری رح" ۔[3]

علل و رجال سے متعلق میں نے امام بخاری سے زیادہ کسی کو عالم نہیں دیکھا ۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح دی گئی ہے اور صحیح بخاری کو اس کے مقابلے میں فضیلت حاصل ہے ۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ : ج ۲ ، ص ۱۲۲

[2] علوم الحدیث ، ص ۳۹۷

[3] ایضاً

چوتھا باب

شروح صحیح بخاری

صحیح بخاری کے جلیل القدر اور بلند پایہ کتاب ہونے کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک علمائے اسلام بلا امتیازِ مسلکِ فقہی اس کو لائقِ اعتنا قرار دیتے رہے۔ کسی نے اس کی شرح لکھی، کسی نے صرف اس کے رجال پر توجہ کی، بعض نے اس کے فقہِ تراجم الابواب کے دقائق کی چھان بین کی، کسی نے اس کی تجرید کی، کسی نے اختصار۔ بعض اہلِ علم نے اس کے تعلیقات کو ضروری سمجھا، بعض اہلِ علم نے الفاظ غریب مشکلہ کے لغات لکھے، کسی نے نحوی مسائل کے شواہد جمع کیے، بعض اساتذۂ فن نے اس کی شروطِ صحت پر بحث کی، بعض محدثین نے اس کی حدیثوں کی تنقید پر کتابیں لکھیں، کئی اصحابِ قلم نے حواشی و تعلیقات لکھے، کسی نے مستدرک لکھی۔ شرح میں بھی کسی نے مبسوط لکھی، کسی نے مختصر، کسی نے متوسط اور ہر ایک کے مقاصد اور عنوان الگ الگ بیان کیے۔ صحیح بخاری کی شروح یا اس کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا استقصا کرنا بڑا دشوار اور محنت طلب کام ہے۔ مختلف کتب اور فہارس کی ورق گردانی کے بعد جس قدر شروح و حواشی کا علم ہو سکا ہے وہ ضبطِ تحریر میں آ گئی ہیں۔ لیکن انتہائی کوشش کے باوجود بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام شروح و حواشی کا استیعاب کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ ابھی بہت سے کتب خانے ایسے ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں اور جن کی فہرستیں بھی تیار نہیں ہوئیں ——— جن شروح و حواشی کا علم ہو سکا ہے، ان کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے اور ان کا تذکرہ یہاں شارحین کے سنینِ وفات کی ترتیب سے کیا گیا ہے۔ پہلے عربی شروح کا ذکر کیا جائے گا، پھر حواشی، مختصرات اور

تراجم وعلل کا اور سب سے آخر میں فارسی اور اردو شروح کا ذکر ہوگا۔

۱۔ اِعلامُ السُّنن

یہ کتاب امام ابوسلیمان حمد بن محمد البُستی المعروف بالخطابی نے لکھی، لیکن لوگوں میں حمد کی بجائے احمد ان کا نام مشہور ہوگیا[1] امام خطابی ۳۱۹ھ (۹۳۱ء) میں پیدا ہوئے۔ یہ بڑے بلند پایہ محدث اور شاعر تھے۔ انھوں نے علم حدیث کے مختلف فنون پر تالیفات چھوڑی ہیں، آخری عمر میں تصوف کی طرف میلان ہوگیا تھا۔ ۱۶ ربیع الاول ۳۸۶ھ (۹۹۶ء) کو وفات پائی[2] حاجی خلیفہ نے سن وفات ۳۸۸ھ (۹۹۸ء) لکھا ہے۔ ان کی تصنیفات میں معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، غریب الحدیث، علم الحدیث خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں[3]

اعلام السنن صحیح بخاری کی نہایت عمدہ شرح ہے، ابتدا الحمد للہ المنعم سے کی گئی ہے۔ مصنف نے اپنی مشہور کتاب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد سے فرصت پاکر بلخ میں لوگوں کے انتہائی اصرار پر ایک جلد میں یہ کتاب لکھی۔ محمد بن تمیمی نے ان ضروری متروکات کے پورا کرنے کا التزام کیا جو خطابی نہیں کر پائے تھے، اور جس قدر اوہام خطابی سے اس شرح میں صادر ہوئے، اس پر بھی انھوں نے بحث کی ہے[4] براکلمن نے ایک جگہ اس کا نام شرح صحیح البخاری لکھا ہے[5] اور دوسری جگہ اعلام المحدث تحریر کیا ہے[6]

نسخے

اس کے قلمی نسخے بانکی پور، پٹنہ اور آیا صوفیا میں موجود ہیں[7]

---

[1] براکلمن: تاریخ الادب العربی ج ۳۔ ص ۲۱۳
[2] ایضاً
[3] ایضاً۔ نیز دیکھیے، بستان المحدثین ص ۲۰۸
[4] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۵
[5] براکلمن: ج ۳۔ ص ۲۱۳
[6] ایضاً ج ۳۔ ص ۱۶۷
[7] ایضاً

۲۔ شرح المہلّب

یہ شرح مہلّب بن ابی صفرہ الازدی (متوفی ۴۳۵ھ) نے لکھی، شرح کے علاوہ مہلّب نے صحیح بخاری کی تجرید بھی کی ہے[1] (یہ مہلّب اموی سپہ سالار مہلّب بن ابی صفرہ متوفی ۸۲ھ کے علاوہ ہے۔)

۳۔ شرح ابن بَطّال

اس شرح کے مصنف امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطّال ہیں جو ۴۴۹ھ (۱۰۵۷ء) میں فوت ہوئے۔ اس شرح کے اکثر حصے میں مذہب مالکیہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ گویا مؤلف نے اصل موضوع (شرح) سے الگ ہوکر اس شرح کو مالکی مذہب کا گنجینہ بنا دیا ہے[2] ابن فرحون نے شرح صحیح البخاری ابوالحسن بن خلف بن بَطّال المالکی درج کیا ہے[3] براکلمن نے اپنی کتاب تاریخ الادب العربی میں ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک المعروف بابن بَطّال لکھا ہے۔

نسخے

اس کے قلمی نسخے قاہرہ، مدینہ اور بریل میں موجود ہیں[4]

۴۔ مختصر شرح المُہلّب

یہ ابوعبداللہ محمد بن خلف ابن المرابط الاندلسی الصدفی (متوفیٰ ۴۸۵ھ) تلمیذ مہلّب نے لکھی۔ اسی شرح مہلّب کو مختصر کرکے اس پر بہت سے فوائد کا اضافہ کیا ہے[5]

---

[1] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۵
[2] ایضاً ج ۲۔ ص ۵۴۶
[3] الدیباج المُذہب: ص ۵۳
[4] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۶۷
[5] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۵

۵ - شرح صحیح البخاری

ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصفہانی الحافظ (متوفیٰ ۵۳۵ھ) اس کے مصنف ہیں۔ [1]

۶ - کتاب النجاح فی شرح کتاب اخبار الصحاح

امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی الحنفی (وفات ۵۳۷ھ) کی تصنیف ہے۔ اس شرح کے آغاز میں مصنف نے اپنا سلسلۂ سند امام بخاری رح تک پچاس طریقوں سے بیان کیا ہے۔ [2] صاحب کشف الظنون نے اس کے بارے میں اور کچھ نہیں لکھا۔

۷ - شرح صحیح البخاری

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی الحافظ (وفات ۵۴۳ھ) اس کے مصنف ہیں۔ [3] اس شرح کا بھی مفصل حال نہ صاحب کشف الظنون نے بتایا ہے، نہ نواب صدیق حسن خان نے الحطہ فی صحاح ستہ میں بیان کیا ہے۔

۸ - شرح صحیح البخاری

امام رضی الدین حسن ابن محمد الصغانی الحنفی صاحب مشارق الانوار (متوفیٰ ۶۵۰ھ) اس کے شارح ہیں۔ یہ مختصر شرح صرف ایک جلد میں ہے۔ [4]

۹ - شرح صحیح البخاری للنووی

علامہ امام محی الدین یحییٰ بن شرف الشافعی (متوفیٰ ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ اس شرح کا ذکر علامہ موصوف نے مسلم کی شرح کے مقدمے

---

[1] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۴
[2] ایضاً ج ۲ - ص ۵۵۳
[3] ایضاً
[4] ایضاً

میں کیا ہے۔ افسوس یہ شرح مکمل نہ ہو سکی، صرف کتاب الایمان تک پہنچی۔ مصنف نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔

انہ جمع فیہ جملا مشتملۃ علی نفائس من انواع العلوم۔

یہ شرح گوناگوں علوم کی بہت ہی نفیس باتوں کے مجموعے پر مشتمل ہے۔ [1]

نسخے

اس کے قلمی نسخوں کی نشان دہی براکلمن نے کی ہے۔ لیپزگ اوّل ۲۰۶، شہید علی ۴۴۳ [2]

۱۰ - بَهْجَةُ النُّفُوسِ وَغَايَتُهَا

عبداللہ بن سعید بن ابی جمرۃ الازدی الاندلسی (وفات ۶۹۹ھ) نے صحیح بخاری کا ایک اختصار النھایۃ فی بدء الخیر والغایۃ کے نام سے کیا۔ اس کا تحشیہ علامہ محمد شنوانی (متوفیٰ ۱۲۳۳ھ) نے لکھا اور یہ مختصر مع حاشیہ شنوانی ۱۳۰۵ھ کو قاہرہ میں طبع ہوئی۔ پھر مولف موصوف نے اس اختصار کی خود ہی ایک شرح بہجۃ النفوس وغایتھا کے نام سے لکھی [3] اس کے ابتدا کے الفاظ یہ ہیں: الحمد للہ الذی فتق رتق ظلمات جہالات القلوب۔ خود صاحب الاختصار نے یہ شرح بھی لکھی۔ کتب خانہ ولی الدین بایزید جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

یہ کتاب ابو عبداللہ (ابن سعد) بن ابی جمرہ کی تصنیف ہے (بستان المحدثین میں اس کا سن وفات ۶۹۵ھ درج ہے) اس میں تقریباً سو حدیثوں کو بخاری سے انتخاب کرکے ان کی شرح دو جلدوں میں کی ہے اور بہت سے دقیق علوم و معارف اس میں درج

---

[1] کشف الظنون ج ۲ - ص ۵۵۰
[2] تاریخ الادب العربی: براکلمن ج ۳ - ص ۱۶۸
[3] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۱

کیے ہیں۔ وہ اپنے وقت کے عارفین اور اکابر اولیا میں سے تھے ۔[1] براکلمن نے مختصر
کا نام جمع النہایۃ فی بعض الخیر والغایۃ لکھا ہے،[2] اور مؤلف کی ولدیت
سعد کی بجائے سعید (عبداللہ بن سعید) رقم کی ہے۔ حاجی خلیفہ نے الاندلسی کی نسبت
بھی درج کی ہے ۔[3] براکلمن نے شرح کا نام بہجۃ النفوس وتحلیہا ومعرفۃ
ماعلیہا ومالہا تحریر کیا ہے ۔[4] حاجی خلیفہ نے اس شرح کا پورا نام بہجۃ النفوس
وغایتہا بمعرفۃ مالہا وماعلیہا درج کیا ہے ۔[5]

براکلمن نے شارح کا سن وفات ۶۹۹ھ (۱۳۰۰ء) لکھا ہے [6] حاجی خلیفہ نے
احادیث کی تعداد تقریباً تین سو درج کی ہے ۔[7] النہایۃ کئی مرتبہ قاہرہ سے شائع
ہو چکی ہے اور عبدالمجید الشرنوبی کا حاشیہ بھی اس پر درج ہے۔ شرح بہجۃ النفوس
قاہرہ میں ۱۳۴۸ھ (۱۹۳۰ء) میں شائع ہوئی ۔[8]

اس کے قلمی نسخے الجزائر، رام پور، برٹش میوزیم، قاہرہ، رباط، آصفیہ، پٹنہ
کے کتب خانوں میں موجود ہیں ۔[9] عبداللہ بن سعید الازدی کی النہایۃ کی ایک شرح
التعلیق الفخری کے نام سے محمد عباس علی خان نے کی ہے جس کا ایک نسخہ قاہرہ میں
موجود ہے ۔

---

۱ بستان المحدثین: ص ۲۰۶، ۲۰۷
۲ براکلمن: ج ۳- ص ۱۷۵
۳ کشف الظنون: ج ۲- ص ۵۵۱
۴ براکلمن: ج ۳- ص ۱۷۵
۵ کشف الظنون: ج ۲- ص ۵۵۱
۶ براکلمن: ج ۳- ص ۱۷۵
۷ کشف الظنون: ج ۲- ص ۵۵۱
۸ براکلمن: ج ۳- ص ۱۷۵
۹ ایضاً

۱۱ - شرح صحیح البخاری للحلبی

اس کے شارح قطب الدین عبدالکریم ابن عبدالنور یا ابن عبدالغفور [1]
ابن مُنَیَّر الحلبی الحنفی (وفات ۷۳۵ھ/۱۳۳۴ء) ہیں۔ یہ شرح دس جلدوں میں صرف
نصف کتاب تک پہنچی ہے۔ علامہ حلبی نے ایک طویل شرح لکھنے کا ارادہ کیا تھا،
لیکن اس کے مقاصد کا حال معلوم نہ ہو سکا۔[2] اس کا قلمی نسخہ برلن میں ہے جس کا
نمبر ۱۱۹۳ ہے ۔[3]

۱۲ - شرح صحیح البخاری

حافظ عماد الدین اسماعیل ابن عمر ابن کثیر الدمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ) کی تصنیف
ہے جو صحیح بخاری کے صرف ایک جز کی شرح ہے، اختتام کو نہ پہنچ سکی ۔[4]

۱۳ - ارشاد السامع والقاری المنتقی من صحیح البخاری ومن الکتب المصنفۃ علی صحیح البخاری

اس کے شارح علامہ بدرالدین حسن ابن عمر بن حبیب الحلبی (المتوفی ۷۷۹ھ)
ہیں۔ گو اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا تاہم نام سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں صحیح
بخاری کی احادیث کو مختلف شروحِ بخاری سے حل کیا گیا ہے ۔[5]

---

۱ کذا فی کشف الظنون مسیر بالمیم ثم السین مہملۃ والصحیح
مُنَیَّر بالمیم بعدھا نون و کذا الصحیح فی سنۃ وفاتہ ماکتب ابن
حجر فی الدرر الکامنۃ ج ۲- ص ۲۹۸ انہ مات ۷۳۵ھ
۲ کشف الظنون: ج ۲- ص ۵۴۶
۳ براکلمن: ج ۳- ص ۱۶۸
۴ کشف الظنون: ج ۲- ص ۵۵۰
۵ ایضاً ج ۲- ص ۵۵۴

۱۴ - شرح صحیح البخاری

علامہ رکن الدین احمد ابن محمد بن عبد المومن القریمی (المتوفی ۸۲۳ھ) کی شرح ہے۔ یہ وہی شرح ہے جس کا ذکر شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے عینی کی شرح بخاری کی تفصیل کے جواب میں کیا ہے۔ [1]

۱۵ - الکواکب الدراری

اس کے شارح علامہ شمس الدین محمد ابن یوسف بن علی الکرمانی ہیں، جنھوں نے ۷۸۶ھ (۱۳۸۴ء) میں وفات پائی۔

یہ ایک مشہور اور متوسط شرح جامع فوائد و زوائد اور اہلِ علم کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اس کا آغاز الحمد للہ الذی انعم علینا بجلائل النعم و دقائقھا الخ کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ اس شرح کے ابتدا میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علمِ حدیث سب علوم سے افضل اور صحیح بخاری علم حدیث کی کتابوں میں سب سے اعلیٰ اور تعدیل و ضبط کے اعتبار سے سب کتابوں پر فائق ہے۔ لائق مصنف نے اعراب نحویہ، الفاظ مشکلہ غریبہ کو نہایت عمدہ اسلوب سے حل کیا ہے۔ روایات، اسماء الرجال، القاب رواۃ کو بھی ضبط کیا ہے۔ احادیث سے تعارض کو رفع کیا ہے۔ انھوں نے ۷۷۵ھ میں مکہ معظمہ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔ لیکن حافظ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس کی نقل میں بہت سے اوہام و اغلاط واقع ہوئے ہیں [2] یہ مفید کتاب مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ [3]

مؤلف موصوف کو طواف سے فارغ ہونے کے بعد مطاف شریف میں اس کا نام سوجھا تھا۔ فاضل مؤلف کا اسمِ گرامی محمد بن یوسف بن علی بن عبد الکریم کرمانی اور

---

[1] کشف الظنون ج ۲: ص ۵۴۹

[2] الدرر الکامنہ: ج ۴ ۔ ص ۳۱۱

[3] کشف الظنون ج ۲ ۔ ص ۵۴۶

لقب شمس الدین ہے۔ آخر عمر میں انھوں نے بغداد کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۷۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے اپنے والدِ بزرگوار سے علم حاصل کیا۔ پھر قاضی عضد الدین یحییٰ سے استفادہ کیا۔ بارہ سال کی مدت دراز تک ان کی صحبت میں رہے۔ اس کے بعد مختلف شہروں کی سیاحت شروع کی۔ علمائے مصر و شام اور حجاز و عراق سے مستفید ہوئے۔ بعد ازاں بغداد میں اقامت اختیار کی۔ تیس سال تک وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ دنیاداروں سے میل جول سے بہت گریز کرتے تھے۔ علمی مشغلے پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ حسنِ خلق اور تواضع میں یکتائے روزگار تھے۔ ایک دفعہ کوٹھے پر سے گر گئے تھے اور ایک پاؤں بیکار ہو گیا تھا، اس لیے لاٹھی کے سہارے کے بغیر نہیں چل سکتے تھے۔ آخر عمر میں حج کا قصد کیا۔ حج سے فارغ ہو کر بغداد کی طرف (جس کو اپنا مسکن بنا لیا تھا) مراجعت فرمائی۔ اثنائے راہ میں ۱۶ محرم ۷۸۶ھ کو بمقام روض وفات پائی۔ وہاں سے ان کی نعش بغداد پہنچائی گئی۔ اپنے زمانہ حیات ہی میں اپنے لیے حضرت شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ کے مزار کے جوار میں اپنی قبر بنائی تھی اور وہیں دفن کیے گئے تھے [1] امام شوکانی نے لکھا ہے کہ انھوں نے شرح ابن بطال، شرح حلبی اور شرح مغلطائی سے خطبہ کتاب میں استفادہ کیا ہے۔ [2]

اس کے قلمی نسخے برلن، گوتا، بودلیانا، گیرٹ، اسکاریال، الجزائر، آیا صوفیا، پٹنہ، لیبزگ، پیٹرزبرگ، داماد زادہ، سلیمانیہ قلیچ علی، مکتبہ جامع الزیتونیہ، موصل، حلب، پشاور، آصفیہ میں موجود ہیں۔ [3]

---

[1] بستان المحدثین، ص ۱۹۲

[2] البدر الطالع: ج ۲ ۔ ص ۲۹۲

[3] براکلمن: ج ۳ ۔ ص ۱۶۸

۱۶ - التلویح شرح الجامع الصحیح

اس کتاب کے مصنف امام الحافظ علاؤ الدین مغلطائی بن قلیج الترکی ہیں۔ ۶۹۰ھ کے قریب پیدا ہوئے اور ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔

یہ نہایت طویل شرح ہے۔ اس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں۔ الحمد للہ الذی ایقظ من خلقہ الخ[1] - امام شوکانی رح نے ان کا نام حافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ الحنفی لکھا ہے اور انھیں صاحب تصانیف کثیرہ قرار دیا ہے۔ بہت سی شروح اور کتب حدیث و سیرت کے مصنف ہیں۔ امام شوکانی رح کے نزدیک ان کی وفات ۷۶۳ھ میں ہوئی۔[2]

۱۷ - مختصر شرح مغلطائی

جلال الدین رسولا بن احمد البستانی (المتوفی ۷۹۳) نے علاء الدین مغلطائی کی شرح کو مختصر کیا ہے[3] لیکن امام شوکانی رح نے ان کا نام جلال بن یوسف التبریزی المعروف بالتبانی درج کیا ہے۔ التبانی کی نسبت التبانتہ کی طرف ہے جو قاہرہ کے باہر ایک مقام تھا، جہاں جلال الدین موصوف نے ۷۵۰ھ سے قبل سکونت اختیار کی تھی۔ امام شوکانی نے ان کی دینداری اور نیکی کی تعریف کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ علمائے احناف کے سرخیل تھے۔ حدیث سے بڑی محبت رکھتے تھے، بڑے اچھے عقیدے کے مالک تھے، اہل بدعت سے انھیں بڑی نفرت تھی۔ کئی مرتبہ انھیں عہدہ قضا پیش کیا گیا، لیکن ہر بار یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[4]

---

[1] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۴۶
[2] البدر الطالع: ج ۲ - ص ۳۱۲، ۳۱۳
[3] کشف الظنون: ج - ص ۵۴۶
[4] البدر الطالع: ج ۱ - ص ۱۸۶

۱۸ - التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح

شیخ بدر الدین محمد بن بہادر بن علی بصری زرکشی شافعی (وفات ۷۹۴ھ - ۱۳۹۲ء) کی تصنیف ہے۔ یہ ایک مختصر شرح ہے۔ لائق مصنف نے اس میں الفاظ مشکلہ کی شرح اور اعراب غامضہ کا ایضاح کیا ہے اور جن انساب رواۃ یا اسمائے رواۃ میں تصحیف یا اشتباہ کا خیال تھا ان کا ضبط کیا ہے۔ نیز مختلف اقوال سے جو قول صحیح تھا یا مختلف معانی سے جو واضح تر تھا، کو اختیار کیا ہے اور ایسے فوائد ازدیاد کیے ہیں جن پر حاوی ہو جانے سے ایک ذہین شخص بڑی بڑی شروح سے مستغنی ہو جاتا ہے۔[1]

علامہ بدر الدین (۷۴۵ھ - ۱۳۴۴ء) میں پیدا ہوئے۔[2] حافظ علاؤ الدین مغلطائی کے شاگردوں میں سے تھے۔ جلال الدین السنواری رح سے بھی فن حدیث میں استفادہ کیا۔ حدیث و فقہ کا شرف سماع حافظ ابن کثیر رح اور اذرعی رح سے بھی حاصل تھا۔ صاحب تصانیف بزرگ تھے، بالخصوص فقہ شافعی اور علوم قرآن کی بڑی خدمت کی۔ ان کی تصانیف میں تخریج احادیث الرافعی ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔ الخادم الرافعی بیس جلدوں میں ہے۔ اور بخاری کی ایک دوسری شرح بھی ہے جو بہت طویل ہے، جس کی شرح ابن ملقن سے تلخیص کی ہے اور بہت سے دیگر مسائل کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ دو جلدوں میں جمع الجوامع کی شرح لکھی۔ منہاج کی شرح دس جلدوں میں اور اس کی مختصر کی شرح دو جلدوں میں تالیف کی۔ اصول فقہ میں تجرید بھی ان کی تالیف ہے جو تین جلدوں میں ہے اور متوسط درجے کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔ انھوں نے قاہرہ میں ۳ رجب ۷۹۴ھ (۱۳۹۲ء) میں وفات پائی۔[3]

اس کے قلمی نسخے بادلیس، برٹش میوزیم، لیبزگ، آیا صوفیا، اسکندریہ، پٹنہ،

---

[1] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۴۹
[2] شذرات الذہب: ج ۷ - ص ۱۸۱
[3] بستان المحدثین ص ۱۹۸ - نیز دیکھیے شذرات الذہب: ج ۷ - ص ۱۸۱

مکتبہ القرویین فاس، مکتبہ جامع زیتونیہ، مکتبہ الرباط اسکوریال، حلب اور پشاور میں موجود ہیں۔[1]

۱۹۔ شواہد التوضیح

سراج الدین عمر بن الملقن شافعی (متوفی ۸۰۴ھ) کی تصنیف ہے جو بیس جلدوں میں پھیلی ہوئی صحیح بخاری کی ایک ضخیم شرح ہے[2] اولہ ربنا آتنا من لدنک رحمۃ الخ ہے۔ مصنف نے نہایت اہم مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر حدیث کے مقاصد دس اقسام میں منحصر ہیں۔ علامہ سخاوی رح فرماتے ہیں کہ اس شرح میں ابن ملقن کا اعتماد زیادہ تر اپنے شیخ مغلطائی کی شرح التلویح پر ہے۔[3]

شوکانی نے تاریخ ولادت ربیع الاوّل ۷۲۳ھ لکھی ہے اور انھوں نے "الاندلسی، التکروری، المصری" کی نسبتیں بھی درج کی ہیں۔[4] براکلمن نے تاریخ وفات ۸۰۵ھ تحریر کی ہے، لیکن شوکانی اور حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون نے ۸۰۴ھ ہی لکھی ہے۔ نیز براکلمن نے کتاب کا پورا نام التوضیح بشرح الجامع الصحیح لکھا ہے۔ اس کے قلمی نسخے برلن، حلب، آصفیہ، برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔[5]

۲۰۔ الفیض الجاری

علامہ سراج الدین عمر بن رسلان البُلقینی قاہری شافعی (متوفی ۸۰۵ھ) الفیض الجاری کے مصنف ہیں۔[6] ان کی ولادت ۷۲۴ھ میں ہوئی۔[7]

---

[1] براکلمن ج ۳ - ص ۱۶۸

[2] البدر الطالع: ج ۱ - ص ۵۰۸

[3] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۴۷

[4] البدر الطالع: ج ۱ - ص ۵۰۸

[5] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۶۹

[6] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۰

[7] البدر الطالع: ج ۱ - ص ۵۰۶

امام شوکانی رح کے قول کے مطابق البُلقینی نے بخاری کی صرف بیس حدیثوں کی شرح دو جلدوں میں لکھی۔ ابن حجر کے حوالے سے شوکانی رقم طراز ہیں کہ البُلقینی اپنی وسعتِ علم کی وجہ سے بہت طویل بحثیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف غیر مکمل رہی ہیں۔[1]

۲۱۔ شرح صحیح البخاری

یہ قاضی مجد الدین اسماعیل ابن ابراہیم البُلبیسی[2] (وفات ۸۱۰ھ) کی تالیف ہے۔[3]

۲۲۔ منح الباری

یہ شرح علامہ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی صاحبِ القاموس[4] (متوفی ۸۱۷ھ) نے لکھی۔ صرف ربع عبادات تک یہ شرح بیس جلدوں میں پہنچی۔ علامہ موصوف نے اس کے اختتام کا اندازہ چالیس جلدوں میں کیا تھا۔ علامہ سخاوی نے الضوء اللامع میں لکھا ہے کہ اس شرح میں ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ کے اکثر مضامین درج کیے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ محدثین کے لیے مرغوبِ خاطر نہ ہوئی۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی نظر سے اس کا کچھ حصہ گذرا تھا، لیکن نہایت کرم خوردہ تھا۔[5]

شوکانی نے اس شرح کا نام فتح الباری فی شرح صحیح البخاری لکھا ہے۔[6] مجد الدین فیروز آبادی بڑے جید عالم، ماہرِ لغت اور صاحبِ تصانیف کثیرہ و مفیدہ تھے۔ تفسیر و حدیث، لغت، تراجم و طبقات پر نادر کتابوں کے مصنف اور ابن حجر، مقریزی اور برہان الحلبی جیسے کبار ائمہ حدیث کے اُستاد تھے۔[7]

---

[1] البدر الطالع: ج ۱ - ص ۵۰۷

[2] نسبۃ الی بلبیس بکسر البائین وسکون اللام و یاء و سین مھملۃ ضبط نصر الاسکندری قال والعامۃ تقول بلبیس

[3] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۳

[4] قاموس: لغت کی کتاب ہے۔

[5] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۰

[6] البدر الطالع: ج ۲ - ص ۲۸۲

[7] ایضاً ج ۲ - ص ۲۸۰ - ۲۸۴

۲۳- الافہام لما فی صحیح البخاری من الابہام

اس کے شارح ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن عمر البُلقینی ہیں، جنھوں نے ۸۲۴ھ (۱۴۲۱ء) میں وفات پائی۔

اس کا قلمی نسخہ آیا صوفیا میں موجود ہے، جس کا نمبر ۴۷۹ ہے [۱]

۲۴- مصابیح الجامع الصحیح

علامہ بدرالدین محمد بن ابی بکر الدمامینی [۲] (۸۲۸ھ) کے شارح ہیں۔ اولہ الحمد للہ الذی جعل فی خدمۃ السنۃ النبویۃ اعظم السیادۃ الخ۔ مشہور تو یہ ہے کہ یہ شرح سلطانِ ہند احمد شاہ بن محمد بن مظفر شاہ کے لیے لکھی گئی تھی، لیکن صاحب کشف الظنون تحریر فرماتے ہیں کہ مصنف نے اس کتاب کے دیباچے میں اس کا ذکر نہیں کیا جو مصنفین کے عام قاعدے کے خلاف ہے۔ یہ کتاب ۸۲۸ھ میں بروز شنبہ بوقت ظہر بمقام زبید یمن میں اختتام کو پہنچی [۳] کتب خانہ نور عثمانیہ جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

علامہ بدرالدین کی ولادت ۷۶۳ھ میں ہوئی، ابتدا ہی سے تحصیل علم میں مشغول رہے اور اس میں تمام زندگی صرف کردی۔ ذہن کی تیزی، ادراک اور قوتِ حافظہ میں اپنے ہم عصروں میں یکتا تھے۔ خصوصاً علم ادبیہ، نحو اور نظم و نثر میں سب پر برتری حاصل تھی۔ فقہیات، علم شروط اور سجلات میں بھی اصحاب فن کے ساتھ مشارکتِ تامہ رکھتے تھے۔ جامع ازہر میں عرصے تک طلبا کو علم نحو پڑھاتے رہے پھر اسکندریہ لوٹ آئے۔ تجارت پیشہ تھے اور روئی اور سوت کا کارخانہ تھا۔ آخر میں زندگی نہایت

[۱] براکلمن ج ۳ - ص ۱۶۹، نیز دیکھیے شذرات الذہب ج ۷ - ص ۱۶۶

[۲] نسبۃ الی دمامین بفتح اولہ و بعد الالف میم اخری مکسورۃ ویاء تحتھا نقطتان ونون ھی قریۃ کبیرۃ بالصعید شرق النیل علی شاطئہ

[۳] کشف الظنون ج ۲ - ص ۵۴۹

خوش حالی سے گزرنے لگی، یہاں تک کہ ماہ شعبان ۸۲۸ھ میں انتقال کرگئے۔ ان کی موت ناگہانی واقع ہوئی تھی، اس لیے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ کسی نے ان کو زہر دے دیا ہے واللہ اعلم۔ علم حدیث میں ان کی صرف یہی شرح ہے، مگر علم ادب میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں، جن کا ذکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں کیا گیا ہے [۱]

شوکانی نے السکندری المالکی کی نسبتیں بھی درج کی ہیں، نیز لکھا ہے کہ وہ آخر میں ہندوستان چلے گئے تھے اور وہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور ان کے علم و ادب کے بڑے چرچے ہوئے، وہیں وفات پائی۔ یہ شرح بخاری برصغیر پاک و ہند کی علمی خدمات اور محدثانہ کارناموں میں شامل ہے [۲]

ابن العماد نے مصنف کا نام اور نسبت یوں درج کی ہے: بدرالدین محمد بن ابی بکر بن عمر المخزومی القرشی المعروف بابن الدمامینی۔ ان کا سن پیدائش ۷۶۳ھ (۱۳۶۲ء) ہے اور سال وفات ۸۲۷ھ (۱۴۲۴ء) درج کیا ہے [۳] براکلمن نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ [۴]

اس کے قلمی نسخے۔ نور عثمانیہ، بریل، ہوتسما، سلیم آغا، مکتبہ جامع الذیتونیہ اور موصل میں موجود ہیں [۵]

۵ - اللامع الصبیح بشرح الجامع الصحیح [۶]

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم موسیٰ البرماوی (المتوفی ۸۳۱ھ - ۱۴۲۸ء)

[۱] بستان المحدثین: ص ۲۰۰

[۲] البدر الطالع: ج ۲ - ص ۱۵۰

[۳] شذرات الذہب: ج ۷ - ص ۱۸۱

[۴] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۶۹

[۵] ایضاً ج ۳ - ص ۱۶۹

[۶] بستان المحدثین میں اس کا نام اللامع الصحیح درج ہے اور کشف الظنون میں اللامع الصبیح مرقوم ہے۔

اس کے مصنف ہیں۔ اوّلہٗ الحمد للہ المرشد الی الجامع الخ۔ خود مولف نے لکھا ہے کہ میری یہ شرح زرکشی کی شرح اور کرمانی کی شرح سے ماخوذ ہے۔ اس میں ایضاحات وتنبیہات اور فوائد کا اضافہ ہے۔ بڑی عمدہ شرح ہے اور چار جلدوں میں ہے۔[1]

شوکانی نے ان کی تدریسی اور تصنیفی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو فقہ، اصول فقہ اور عربیت کا امام قرار دیا ہے۔[2]

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ بن عبدالدائم بن عبداللہ نُعیمی۔ نُعیم کی طرف بصیغۂ تصغیر منسوب ہیں۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور سکونت کے لحاظ سے برماوی مصری ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔ ۱۵۔ ذیقعدہ ۷۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ علمی مشاغل میں نشو ونما پائی، علم حدیث برہان بن جماعہ، تاج الدین بن الفصیح، برہان الدین شامی، ابن الفیخر، سراج الدین بلقینی، زین الدین عراقی اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے حاصل کیا۔ فقہ، اصول فقہ اور علوم عربیہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آخر میں بدرالدین زرکشی کی صحبت اختیار کی اور ان کے شاگردانِ رشید کی جماعت میں داخل ہوگئے۔ اپنے زمانے کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے اور بہت لکھنے والے تھے۔ اکثر نسخوں کے حواشی اور تعلیقات بھی لکھے۔ فتویٰ نویسی اور خوش خطی میں ممتاز تھے۔ ان کمالات کے ساتھ ساتھ خوش کلام، نیک صورت، باوقار اور کم گفتار تھے۔ زندگی سادہ بسر کرتے تھے۔ محبوبیت اور مقبولیت کا حصّہ بھی خدا نے ان کو عنایت فرمایا تھا۔ ان کی تصنیفات میں سے ایک تو بخاری کی یہ شرح ہے جو کرمانی اور زرکشی کا منتخب ہے۔ چند فوائد مقدمہ شرح ابن حجر سے لے کر بھی اس میں درج کیے ہیں۔ اصول فقہ میں ان کی کتاب الفیہ ہے۔ جو نہایت عمدہ اور بہت سی خوبیوں کی حامل ہے اور کتب متقدمین میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس کے علاوہ کئی اور کتابیں ہیں، لیکن افسوس ان کے انتقال کے بعد ان کی کتابیں متفرق اور

---

[1] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۷

[2] البدر الطالع: ج ۲۔ ص ۱۸۱

منتشر ہوگئیں۔ ۲ ماہ جمادی الآخریٰ ۸۳۱ھ کو جمعرات کے دن وفات ہوئی جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں حضرت شیخ ابوعبداللہ قرسی کی قبر کے قریب دفن کیے گئے۔[1]

اس کے قلمی نسخے برلن، نور عثمانیہ، آیا صوفیا، مکتبہ زیتونیہ، پشاور میں موجود ہیں۔[2]

۲۶۔ الکوکب الساری فی شرح صحیح البخاری

محمد بن احمد بن موسیٰ الکفیری (المتوفی ۸۳۱ھ، ۲۲۴۲۸) اس کے مصنف ہیں۔ قلمی نسخہ برلن میں ہے۔[3]

۲۷۔ التلقیح لفہم قاریٔ الصحیح

برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی المعروف بسبط ابن العجمی اس کے مصنف ہیں۔ انھوں نے ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔ مولف کے خط سے یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور کارآمد شرح ہے۔[4]

شوکانی نے ان کو الطرابلسی، الشامی اور الشافعی لکھا ہے۔ تاریخ پیدائش ۷۵۳ھ بتائی ہے نیز ان کو مجتہد فی الحدیث قرار دیا ہے، یہ بھی بتایا ہے کہ حلبی نے صحیح بخاری کو ساٹھ مرتبہ پڑھا اور صحیح مسلم کو تقریباً بیس مرتبہ پڑھا اور صحیح بخاری کی مختصر شرح چار جلدوں میں لکھی۔[5]

امام سخاوی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حلبی ایک امام، علامہ، حافظ، متواضع، متدین، پرہیزگار بزرگ تھے۔ حسن اخلاق اور وفور عقل میں مشہور تھے۔ زہد و ورع،

---

[1] بستان المحدثین: ص ۲۰۲، ۲۰۳

[2] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۶۹

[3] ایضاً

[4] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۷

[5] البدر الطالع: ج ۱۔ ص ۲۸، ۲۹

اور صیام و قیام میں مداومت کے ساتھ بڑے خوش خلق، ملنسار، حدیث اور اہلِ حدیث سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ حافظ قرآن، کثیر التلاوت اور مجیب الدعوات تھے۔ سیرت النبی پر ان کی سیرت حلبیہ مشہور کتاب ہے [1]

۲۸۔ اَلْمَتْجَرِ الرَّبِیْح وَالْمَسْعَی الرَّجِیْح

علامہ ابو عبد اللہ محمد ابن احمد ابن مرزوق التلمسانی [2] المالکی شارح البردہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے یہ کتاب تالیف کی۔ بقول صاحب کشف الظنون یہ شرح نا تمام رہی [3] البدر الطالع میں ان کی ایک کتاب کا نام انواع الدراری فی مکررات البخاری ہے [4]

۲۹۔ افتتاح القاری لصحیح البخاری

محمد بن عبد اللہ بن محمد الحموی الاصل الدمشقی الشافعی المعروف بابن ناصر الدین۔ پیدائش ۷۷۷ھ میں اور وفات ۸۴۲ھ میں ہوئی۔ صحیح بخاری کے شارح ہیں [5] یہ کتاب نایاب ہے۔

۳۰۔ نکت

یہ کتاب قاضی محب الدین احمد بن نصر اللہ البغدادی الحنبلی (وفات ۸۴۴ھ) کی تصنیف ہے۔ اور علامہ زرکشی کی شرح پر یہ بھی نکت لکھے گئے ہیں [6]

۳۱۔ شرح صحیح البخاری

شہاب الدین احمد بن رسلان المقدسی الرملی الشافعی (المتوفی ۸۴۴ھ) اس کے

---

[1] البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۲۸۔ ۲۹۔ نیز دیکھیے البدر الطالع ج ۲۔ ص ۱۲۰

[2] نسبة الی تِلِمْسَان بکسر التاء وسکون المیم وسین مہملة مدینة

[3] کشف الظنون، ج ۲۔ ص ۵۵۰

[4] البدر الطالع، ج ۲۔ ص ۱۹۸۔ ۱۹۹

[5] ایضاً

[6] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۹

مصنف ہیں۔ یہ شرح تین جلدوں میں ہے [1]

۳۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری

شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ۔ ۱۴۴۸ء) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ یہ وہی شرح ہے جس کی نسبت لا ھجرة بعد الفتح مشہور ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی مشہور تاریخ کے مقدمے میں فرمایا تھا کہ بخاری کی شرح کا قرض امت پر باقی ہے، حالانکہ علامہ موصوف کے عصر تک کتنی شرحیں لکھی جا چکی تھیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ صحیح بخاری کے وہ نکات جو فن حدیث اور رجال کے متعلق ہیں یا وہ تدقیقاتِ فقہیہ جو تراجم الابواب سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر آج تک کسی نے محققانہ بحث نہیں کی ہے۔

اس شرح کے بعد حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ غالباً امت سے یہ قرض ادا ہو گیا۔ صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں:

وشهرته وانفراده بما يشتمل عليه من الفوائد الحديثية والنكات الادبية والفوائد الفقهية تغني عن وصفه:

یعنی کتاب کی شہرت اور علم حدیث کے فوائد، ادبی نکات اور فقہی فوائد کے پیش نظر کتاب کسی قسم کی تعریف اور ستائش سے بے نیاز ہے۔

احادیثِ مکررہ کی شرح کرنے کا یہ قاعدہ رکھا ہے کہ جس مقصد کے لیے جہاں اُس حدیث کو امام بخاریؒ لاتے ہیں، اسی کی شرح و بسط سے وہاں کام لیتے ہیں اور پوری حدیث کی شرح کا حوالہ دوسری جگہ پر دیتے ہیں، جہاں پوری حدیث کی شرح لکھی ہے۔ تحقیقات اور تدقیقات کے اعتبار سے یہ شرح منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ محققین جس وقعت کی نگاہ سے اس کو دیکھتے ہیں اس کے لیے لا ھجرة بعد الفتح کا جملہ کافی ہے۔ ابتدائے تالیف ۸۱۷ھ سے ہوئی، اس سے پہلے ایک مقدمہ لکھا تھا۔ جب

---

[1] کشف الظنون، ج ۲۔ ص ۵۵۴

مقدمہ پورا ہوگیا تو شرح کی تالیف اس طرح شروع کی کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا لکھتے، جب ایک معتدبہ حصہ پورا ہوجاتا تو ائمہ محدثین کی ایک جماعت اس کو نقل کر لیتی۔ ہر ہفتے میں ایک روز اس پر مباحثہ اور معارضہ ہوتا اور مقابلہ کیا جاتا۔ علامہ برہان بن خضر پڑھتے اور لوگ اپنے اعتراضات و سوالات و مباحثات پیش کرتے۔ حافظ ابن حجر جواب دیتے۔ اس طرح جس قدر شرح لکھی جاتی سب مقابلہ کرکے مہذب اور صاف کر لی جاتی اور پھر اسی وقت اطرافِ عالم میں پھیل جاتی یہاں تک کہ ۸۴۲ھ میں شرح مکمل ہوگئی۔ تکمیل کے بعد مصنف نے اس میں کچھ اضافہ کیا لیکن اختتامِ تالیف مصنف کی عمر کے ساتھ ہوا۔ شرح مکمل ہونے کی خوشی میں عام دعوت کی گئی، جس میں پانچ سو اشرفیاں خرچ کی گئیں۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ سلاطین زمانہ نے اشرفیوں سے تول کر خریدی اور چشم زدن میں تمام ممالکِ اسلامیہ میں پھیل گئی۔ مشہور ہے کہ وکلُّ مَنْ جَاءَ بعدہ فھو عیالہ۔ یعنی جو ان کے بعد آیا انھیں کی تحقیقات کا خوشہ چین رہا۔[1]

اس کے قلمی نسخے: برلن، لیبنزگ، پیرس، بینی، کوبریلی، برٹش میوزیم، بولونیا، اسکوریال، مکتبہ جامع الذیتونہ، مکتبہ القرویین بفاس، سلیمانیہ، مکتبہ قلیچ، داماد ابراہیم، مشہد، پشاور، آصفیہ، رام پور، بانا قیا میں موجود ہیں۔

فتح الباری ۱۳۰۰۔۱۳۰۱ھ میں بولاق میں شائع ہوئی اور اسی طرح ۱۳۲۵ھ میں مطبع الخیریہ قاہرہ میں شائع ہوئی۔[2]

ابن حجر عسقلانی نے ایک شرح اس سے بھی بڑی لکھنی شروع کی مگر وہ مکمل نہ ہوسکی۔ بقول امام سیوطی ابن حجر نے فتح الباری کا ایک ملخص بھی تیار کیا تھا لیکن وہ بھی ادھورا رہا۔ امام سیوطی نے اس ملخص کی تین مجلدات دیکھنے کا ذکر کیا ہے۔[3]

---

[1] کشف الظنون، ج ۲۔ ص ۵۴۷، ۵۴۸

[2] براکلمن، ج ۳۔ ص ۱۶۹

[3] نظم العقیان، سیوطی ص ۴۶

۲۳۔ ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے مصنف ہیں۔ یہ وہی مقدمہ ہے جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ یہ مقدمہ ایک ضخیم جلد میں ہے اور خود ایک مستقل اور جامع شرح ہے اور اس قدر ضروری ہے کہ اگر کہا جائے کہ اس کے بغیر صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی غیر ممکن ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس مقدمے میں دس فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ضمن میں بہت سی فصلیں ہیں۔

پہلی فصل میں صحیح بخاری کی تالیف کے اسباب سے بحث کی گئی ہے۔ اس وقت حدیث کی تدوین رائج نہ تھی، یہ کیونکر شروع ہوئی اور ترقی کرتے کرتے کس حد تک پہنچی، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

دوسری فصل میں یہ مذکور ہے کہ صحیح بخاری کا اصل موضوع کیا ہے اور اس کتاب کی حدیثوں کے لیے کیا کیا شروط ہیں۔ یہ کتاب اصح الکتب کیونکر ہوئی، اس کے تراجم ابواب میں کیا کیا نکات ہیں اور کس کس قسم کی تدقیقات فقہیہ ہیں، جن کی وجہ سے صحیح بخاری کو تمام کتب حدیث پر فوقیت حاصل ہوئی۔

تیسری فصل میں حدیثوں کی تقطیع، اختصار اور تکرار کی صورتیں اور حکمتیں اور فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

چوتھی فصل میں احادیث مرفوعہ کے معلق لانے اور آثار موقوفہ کے ذکر کرنے کی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ اس ضمن میں کل احادیث مرفوعہ معلقہ کے سلسلہ سند کو بھی بیان کردیا ہے اور جس محدث نے ان کو موصول کیا ہے اس کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل میں الفاظ مشکلہ غریبہ کو جو متون حدیث میں آئے ہیں بترتیب حروف تہجی حل کیا ہے۔ یہ فصل ایک اچھی خاصی لغت کی کتاب ہے۔

چھٹی فصل میں بترتیب حروف تہجی ان اسما اور القاب اور نسبتوں کا ذکر کیا ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہیں، جن کی صورتیں تو یکساں ہیں لیکن تلفظ مختلف ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا اشتباہ صحیح بخاری ہی کے رواۃ کے ساتھ ہے۔

دوسرے وہ جن کا اشتباہ ان رواۃ سے ہے جو صحیح بخاری سے خارج ہیں۔ اس تحقیق کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ یہ راوی کس کتاب اور کس باب اور کس حدیث کی سند میں ہے۔

ساتویں فصل میں امام بخاریؒ کے ان شیوخ کی وضاحت کی گئی ہے جن کو امام بخاریؒ نے مبہم ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ مشترک ہیں، جیسے محمدؐ۔ اس لیے جن میں اشتراک کم ہے ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بقیہ جس قدر مہمل و مبہم تھے، سب کو بر ترتیب حروف تہجی ذکر کیا ہے۔

آٹھویں فصل میں ان احادیث کا سلسلۂ سند مذکور ہے جن پر امام دار قطنی یا دیگر نقادِ فن نے تنقید کی تھی۔ ایک ایک حدیث ذکر کر کے ان کے تسکین بخش جواب دیے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ امام بخاریؒ کی شرط کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے۔

نویں فصل میں ان رواۃ کا ذکر ہے جن پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ ان کو بر ترتیب حروف تہجی ذکر کر کے ہر ایک کے جواب دیے ہیں اور جواب میں بڑے انصاف سے کام لیا ہے، جہاں قدح کا رجحان ہے، وہاں یہ بتایا ہے کہ یا تو جس جہت سے قدح ہے اس حیثیت سے امام بخاریؒ نے احتراز کیا ہے یا اس کے راوی کی موافقت میں اس سے کوئی بڑھا ہوا راوی مذکور ہے یا کسی دوسری وجہ سے اس حدیث کو صحیح بخاری میں لائے ہیں۔

دسویں فصل میں کتاب کے ابواب کی خاص فہرست ہے اور ہر باب میں جس قدر احادیث میں ان کو گنایا ہے جس سے احادیث مکررہ کا پتا چلتا ہے۔ پھر صحیح بخاری میں جس قدر حدیثیں مذکور ہیں ان کی فہرست ہے اور یہ بتایا ہے کہ کس قدر احادیث اس کتاب میں موجود ہیں۔ مقدمے کے خاتمے میں امام بخاری کی سیرت اور سوانح عمری و بقیہ تالیفات و تلامذہ کا ذکر ہے۔

اس کے قلمی نسخے، برلن، المکتبۃ الہندی، برٹش میوزیم، الجزائر، بینی، آیا صوفیا، پٹنہ، اسکوریال، امبروزیانا میں موجود ہیں۔

یہ مقدمہ ۱۳۰۱ھ میں بولاق میں شائع ہوا۔ مکتبۃ الخیریہ قاہرہ میں ۱۳۲۵ھ میں اس کی اشاعت ہوئی۔ براکلمن نے ھدی الساری کی جگہ اس کا نام ھدایۃ الساری لکھا ہے۔[۱]

۳۴۔ الإعلام بمن ذکر فی البخاری من الأعلام

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی مشہور و معروف کتاب ہے، تہذیب الکمال میں جو رواۃ مذکور ہیں ان کے علاوہ اس میں ذکر کیے گئے ہیں۔

۳۵۔ تعلیق التعلیق

یہ بھی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھی۔ اس میں صحیح بخاری کے تعلیقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور آثار اور موقوفات ہر ایک کی صحت و ضعف و متابعت سے پوری بحث کی ہے اور جن جن محدثین نے ان تعلیقات، آثار، موقوفات کا اخراج کیا ہے، ان سب کی تفصیل بتائی ہے۔ مقدمۃ الفتح میں اس کی تلخیص کی گئی ہے۔ ۸۰۴ھ میں وہ اس کی تسوید سے فارغ ہوئے۔ اس کا ایک مختصر حافظ موصوف نے التشویق کے نام سے لکھا اور ایک اور مختصر التوفیق کے نام سے تحریر کیا۔[۲]

۳۶۔ انتقاض الاعتراض

یہ بھی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصنیف ہے۔ اولہ اللھم انی احمدک الخ۔ اس میں ان اعتراضات کے جواب دیے گئے ہیں جو علامہ عینی[۳] نے اپنی شرح حافظ ابن حجر پر وارد کیے تھے۔[۴] لیکن افسوس یہ کتاب تمام نہ ہونے پائی اور مصنف نے داعی

---

[۱] براکلمن: ج ۲۔ ص ۷۰۔
[۲] نظم العقیان، سیوطی ص ۴۴
[۳] اس کتاب کی وجہ تالیف میں کہا جاتا ہے کہ جب فتح الباری مکمل ہوگئی تو اس کی طرف لوگوں کی اس قدر رغبت ہوئی کہ سلاطین وقت نے فرمائشیں بھیجیں۔ علامہ عینی نے برنائے معاصرت اس پر کچھ اعتراضات وارد کیے، اس کتاب میں ان کا جواب دیا گیا ہے۔
[۴] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۱۵۵

اجل کو لبیک کہا۔

اس کا قلمی نسخہ دمشق عمومیہ میں موجود ہے۔

اس پر ابراہیم بن علی الشافعی النعمانی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام الفرید رکھا۔

اس کا نسخہ اسکوریال میں موجود ہے۔[1]

چونکہ حافظ ابن حجرؒ کا مقام بہت اونچا ہے اور ان کی شرح بہترین شرح شمار کی جاتی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حافظ ابن حجر کے حالات زندگی ذرا تفصیل کے ساتھ درج کر دیے جائیں تاکہ ان کے علمی موقف اور خدمات حدیث و رجال کا ہلکا سا تصور آنکھوں کے سامنے آسکے۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ

نام و نسب

قاضی القضاۃ، خاتم الحفاظ ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر العسقلانی ایک مشہور محدث اور شارح صحیح بخاری ہو گزرے ہیں۔ حافظ موصوف ابن حجر کے نام سے مشہور ہوئے۔ سخاوی کا کہنا ہے کہ حافظ موصوف کے آباو اجداد میں سے کسی بزرگ کا لقب ابن حجر تھا۔[2]

ابن العماد کے قول کے مطابق ابن حجر آلِ حجر کی طرف منسوب ہے۔ آل حجر ایک قوم تھی جو بلاد الجرید کے جنوبی حصے میں بستی تھی۔[3] شوکانی نے بھی سخاوی کا قول نقل کیا ہے۔[4] چونکہ حافظ ابن حجر مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے اور

---

[1] براکمن: ج ۲۔ ص ۱۶۹

[2] الضوء اللامع، ج ۲۔ ص ۳۷

[3] شذرات الذہب: ج ۷۔ ص ۲۷۰

[4] البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۸۷

وہیں وفات پائی، اس وجہ سے المصری القاہری کہلائے۔ فقہیات میں امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دینے کے باعث الشافعی مشہور ہوئے۔

حافظ ابن حجر کا گھرانا علم و ادب کا گہوارہ تھا، ان کے آباو اجداد نے علوم و معارف میں بڑا نام پیدا کیا اور وہ سبھی علم و فضل میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

اکثر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی ۲۲ شعبان ۷۷۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ابن حجر کی عمر بمشکل چار برس کی تھی کہ ان کے والد ماجد نے اس دار فانی کو خیر باد کہا۔[1] والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد ابن حجر کی کفالت و تربیت مرحوم کے نامزد کردہ وصی شیخ زکی الخروبی نے کی۔

پانچ برس کی عمر میں ابن حجر کو مدرسے بھیجا گیا۔[2] قدرت نے ذہانت اور ذکاوت کی بخشش میں بڑی فراخدلی اور فیاضی سے کام لیا تھا، قوت حافظہ کی کرشمہ سازیاں کچھ کم تعجب انگیز نہ تھیں۔ سورۂ مریم ایک دن میں یاد کر لی۔[3] نو برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔[4]

حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ ابن حجر اپنے کفیل شیخ زکی الخروبی کے ساتھ ۷۸۴ھ میں مکہ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بھی ارض مقدس میں قیام رہا اور رمضان شریف میں وہیں قرآن مجید محراب سنایا۔[5] خوش نصیبی اور سعادت مندی نے ایسا ساتھ دیا کہ ۷۸۵ھ بھی مکہ معظمہ میں گزرا اور العفیف النشاوریؒ سے صحیح بخاری سننے کا اتفاق ہوا۔[6]

---

[1] لحظ الالحاظ: ص ۳۲۶

[2] نظم العقیان: ص ۴۵

[3] لحظ الالحاظ: ص ۳۲۶

[4] الضوء اللامع: ج ۲۔ ص ۳۶

[5] ایضاً

[6] لحظ الالحاظ: ص ۳۲۶

اساتذہ ابن حجر

حافظ ابن حجر کے اساتذہ اور شیوخ کی فہرست خاصی طویل ہے اور ان کے اساتذہ میں ایسے متبحر اور ماہرین علوم وفنون نظر آتے ہیں جن کی مثال تلاش کرنا آسان نہیں۔ ابن حجر کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش بختی ہو سکتی تھی کہ انھیں ایسے اساتذہ سے تحصیل علم کا موقع ملا جو اپنے اپنے فن میں یکتائے زمانہ تھے اور یہ ایسی سعادت تھی جو ان کے کسی اور ہم عصر کو نصیب نہ ہو سکی۔

شعر و ادب کا شوق

حافظ ابن حجر کو شعر و شاعری سے طبعی لگاؤ تھا۔ ابتدا میں شعر و سخن اور ادب و تاریخ میں بڑی دسترس حاصل کی۔[1] نویں صدی ہجری میں مصر میں سات چوٹی کے مشہور شاعر تھے، ہر ایک کا لقب شہاب الدین تھا، ابن حجر کو فضیلت اور درجے کے اعتبار سے ان شعرا میں دوسرا درجہ حاصل تھا۔

بعض سیرت نگاروں نے کہا ہے:

کان شاعرًا طبعًا، محدثًا صناعة و فقیهًا تکلفًا۔[2]

یعنی ابن حجر طبعاً شاعر تھے، فنِ حدیث میں محنت کر کے آئے اور علم فقہ تکلفاً حاصل کیا۔

جب علم حدیث کا چسکا لگا تو شوق و انہماک حدیث کے باعث شعر گوئی کی طرف توجہ کم ہو گئی۔

شوق تحصیل علم حدیث

حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن حجر کی تحصیل علم حدیث کا زمانہ ۷۹۴ھ سے شروع ہوتا ہے[3] حافظ سخاوی کے نزدیک ۷۹۳ھ ہے۔ البتہ اس سے انہماک و شغف

---

[1] حسن المحاضرۃ: ج ۱۔ ص ۱۵۳

[2] شذرات الذہب: ج ۷۔ ص ۲۷۱

[3] ذیل طبقات الحفاظ، سیوطی ص۔ ۳۸۰

اور شیفتگی و وابستگی ۷۹۶ھ میں پیدا ہوئی۔[1] پھر اس میں اتنا نام پیدا کیا کہ اساتذہ، معاصرین علما[2] اور تلامذہ سب سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ جہاں کہیں علم حدیث کا دیا روشن دیکھا فوراً وہاں پہنچے۔ قاہرہ، حرمین شریفین، اسکندریہ، بیت المقدس، نابلس، رملہ، غزہ، یمن اور دیگر علاقوں میں سماعتِ حدیث کی۔[2]

سلسلہ درس و تدریس

حافظ ابن حجر نے بہت سی درس گاہوں میں تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھائی۔ حافظ موصوف کی فضیلت و علمیت کا یہ حال تھا کہ ہر مدرسۂ فکر کے اکابر علما کو ان کے تلمذ اور شاگردی کا فخر حاصل ہوا۔[3]

ان کے شاگردوں میں بہت سے لائق محدثین، فاضل فقہا، نامور مورخین اور شہرۂ آفاق سیرت نگار پیدا ہوئے، لیکن شمس الدین سخاوی تمام تلامذہ سے بڑھ گئے۔

عہدۂ قضا

حافظ ابن حجر اکیس برس تک عہدۂ قضا پر فائز رہے۔ پہلی مرتبہ محرم ۸۲۷ھ میں منصبِ قضا قبول کیا، لیکن مشاغل کی کثرت اور ضعفِ پیری کے باعث اس منصب سے مستعفی ہو گئے۔

تنقید نگاری

ان کی تنقید بڑی کڑی ہوتی ہے۔ حافظ موصوف کے خیال کے مطابق کسی شخص کے محاسن کے ساتھ انسانی کمزوری اور بشری خامیوں کو بھی اجاگر کر کے لکھنا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ایک آدمی علم و معرفت اور عقل و دانش کے اونچے زینے پر پہنچ کر بھی لغزشوں اور کوتاہیوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں

---

[1] الضوء اللامع: ج ۲۔ ص ۳۷

[2] لحظ الالحاظ: ص ۳۲۷

[3] الضوء اللامع: ج ۲۔ ص ۳۸۔ ۳۹

ان کی کتاب الدرر الکامنہ فی المائۃ الثامنہ میں ملتی ہیں۔

اخلاق و عادات

حافظ ابن حجر بڑے متواضع اور حلیم و بردبار تھے۔ عبادت گزار، سخی اور خوش مزاج تھے۔ غلط سلوک کرنے والوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے[1] مذاق بڑا سلجھا ہوا اور طبیعت بڑی سنبھلی ہوئی تھی۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر انگشت نمائی کی جا سکے۔

ابن فہد مکی لکھتے ہیں کہ حسن اخلاق، شیریں بیانی اور شعلہ مقالی کے ساتھ حافظ ابن حجر بڑے زود نویس بھی تھے۔ اس کے علاوہ سریع القرأت تھے۔ صحیح بخاری ظہر اور عصر کی درمیانی دس مجلسوں میں ختم کی۔ دمشق میں دو مہینے کے قیام میں ایک سو کے قریب کتابیں پڑھ ڈالیں[2]

حافظ موصوف کو تمام علماء و محدثین اور صلحائے متقدمین و متاخرین سے نہایت درجہ محبت و الفت تھی۔ لیکن شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔

وفات:

حافظ ابن حجر کی وفات ہفتے اور اتوار کی درمیانی شب ۲۸ ذوالحجہ ۸۵۲ھ کو نماز عشا کے تھوڑا عرصہ بعد ہوئی[3] پچاس ہزار مسلمان نماز جنازہ میں شریک تھے۔

سلسلہ تالیف و تصنیف

حافظ ابن حجر کی تالیفات میں بڑا تنوع پایا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود

---

[1] الضوء اللامع: ج ۲۔ ص ۳۹

[2] لحظ الالحاظ: ص ۳۳۶، ۳۳۷

[3] النجوم الظاہرہ: ج ۷۔ ص ۳۲۶

ان کی تصنیفی جنگ و دو کا مرکزی نقطہ علم حدیث ہے، عمر بھر اسی موضوع پر لکھتے رہے بقول حافظ سخاوی علامہ ابن حجر کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے[1] یہی رائے دوسرے مؤرخین اور سیرت نگاروں کی ہے۔ ان تصنیفات میں سے الاصابہ فی تمییز الصحابہ، الدرر الکامنہ فی المائۃ الثامنہ، فتح الباری شرح صحیح البخاری، نخبۃ الفکر اور بلوغ المرام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۳۔ عمدۃ القاری

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (۸۵۵ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ مشہور شرح دس جلدوں میں ہے اور بیروت میں شائع ہوئی ہے۔ خود علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ میں بلاد شمالیہ میں ۸۰۰ھ سے قبل اپنے ہمراہ صحیح بخاری لے کر پہنچا تو بعض شیوخ سے مجھے اس کتاب کے متعلق بڑی نادر معلومات حاصل ہوئیں۔ پھر جب میں مصر پلٹا تو جامع ازہر کے قریب کلخارہ کتابیں ۸۲۹ھ میں اس کی شرح لکھنی شروع کی اور ۸۴۷ھ تک چھٹا حصہ مکمل ہو گیا۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

واستمد فیہ من فتح الباری بحیث ینقل منہ الورقۃ بکمالها وکان یستعیرہ من البرہان بن الخضر باذن مصنفہ لہ ویعقبہ فی مواضع۔

یعنی علامہ عینی نے اپنی شرح میں فتح الباری سے بہت مدد لی، یہاں تک کہ اس کا پورا ورق نقل کر دیتے ہیں۔ برہان بن خضر سے مصنف کی اجازت سے عاریتاً لیتے۔ علامہ موصوف نے حافظ ابن حجر پر تعقیبات بھی کیے ہیں۔

جو باتیں حافظ ابن حجر نے عمداً چھوڑ دی تھیں، وہ بہت طوالت سے لکھی ہیں۔ مثلاً (۱) پوری حدیث متن میں نقل کرنی (۲) ہر راوی کا پورا ترجمہ لکھنا۔ (۳) انساب رواۃ کی بحث (۴) معانی و بیان کے سلسلے میں کسی نے حافظ ابن حجرؒ سے عرض کیا کہ علامہ عینی کی شرح کو آپ پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ اس میں معانی، بیان، بدیع

---

[1] الضوء اللامع: سخاوی ج ۲۔ ص ۲۸

وغیرہ زائد ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بے ساختہ جواب دیا کہ یہ باتیں عینی نے علامہ رکن الدین کی شرح سے نقل کی ہیں۔ مجھے شیخ رکن الدین کی شرح پہلے ہاتھ لگی تھی لیکن کتاب ناتمام تھی۔ اس وجہ سے میں نے اس سے نقل کرنا مناسب نہیں سمجھا، چنانچہ علامہ عینی اس ٹکڑے کے ختم ہونے کے بعد سے معانی و بیان اور بدیع نوادر وغیرہ سے بالکل ساکت ہیں کیونکہ جو ماخذ تھا اس کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

وبالجملة فان شرحه حافل کافل فی معناه لکن لم یشتهر کاشتهار فتح الباری فی حیاة مؤلفه [1]

یعنی شرح عینی مطالب کی توضیح تو خوب کرتی ہے لیکن اسے فتح الباری کی سی شہرت نصیب نہ ہو سکی۔

فتح الباری عالم لوگوں کے لیے مفید ہے اور عینی کی شرح طالب علموں کے لیے مفید ہے۔

اس کے قلمی نسخے برلن، پاریس، الجزائر، راغب، نور عثمانیہ، آیا صوفیا، چسٹر، اسکوریال، مکتبہ القرویین فاس، مکتبہ جامع زیتونہ سلیمانیہ، داماد زادہ، سلیم آغا، پشاور۔ رام پور۔ آصفیہ۔ لوہار۔ بانکی پور میں موجود ہیں [2]

۳۷۔ تلخیص ابی الفتح لمقاصد الفتح

اس کے شارح ابو الفتح شرف الدین محمد بن ابی بکر بن الحسن القرشی المراغی المدنی (وفات ۸۵۶ھ/۱۴۵۵ء) ہیں۔ ۷۷۵ھ (۱۳۷۴ء) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے فتح الباری کا اختصار کیا ہے۔

امام سیوطی نے اس کا نام شرح البخاری درج کیا ہے [3] لیکن امام شوکانی

---

[1] کشف الظنون: ج ۲ ص ۵۴۸

[2] براکلمن ج ۳ - ص ۱۷۰

[3] نظم العقیان: ص ۱۳۹، ۱۴۰

نے اس شرح کے نام کی وضاحت کر دی ہے اور بتایا ہے کہ یہ ابن حجر کی فتح الباری کی تلخیص ہے اور چار جلدوں میں ہے۔ [1]

۳۸۔ شرح البخاری

اس کتاب کے شارح شرف الدین یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن محمد الکندی المقری العجیسی (وفات ۸۶۲ء) ہیں۔ قاہرہ میں فوت ہوئے۔ یہ ۷۷۷ھ میں ارض عجیسہ میں پیدا ہوئے، اس لیے العجیسی کہلائے۔ حافظ قرآن تھے اور تحصیل علم کے لیے بہت سے شہروں میں گئے اور متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ صحابہ کی تاریخ اور نوادر کے حافظ تھے۔ [2]

۳۹۔ مختصر شرح البخاری للبرهان الحلبی

کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن المصری الشافعی المعروف بابن امام الکاملیہ اس کے مصنف ہیں جو ۸۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۷۴ھ میں وفات پائی۔ مؤلف موصوف نے التنقیح لفهم قاری الصحیح للحلبی (وفات ۸۴۱ھ) کی شرح کا اختصار کیا [3] اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے اس سے التقاط کیا ہے۔ [4]

۴۰۔ التوضیح للاوهام الواقعة فی الصحیح

اس کتاب کے مصنف ابو ذر احمد بن ابراہیم ابن السبط الحلبی (متوفی ۸۸۴ھ) ہیں۔ اس کتاب میں صحیح بخاری کی مشکلات کا حل درج ہے۔ [5] اس کے مصنف نے شرح کرمانی اور فتح الباری اور شرح برماوی سے تلخیص کی ہے۔ [6]

---

[1] البدر الطالع، شوکانی ج ۲ - ص ۱۴۶، ۱۴۷

[2] نظم العقیان: ص ۱۷۷

[3] البدر الطالع: ج ۲ - ص ۳۳۸

[4] البدر الطالع: ج ۲ - ص ۲۴۴

[5] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۳

[6] ایضاً

۴۱ - الدرر فی شرح صحیح البخاری

احمد بن ابراہیم الحلبی (متوفی ۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء) اس کے مصنف ہیں۔ قلمی نسخہ قاہرہ میں موجود ہے۔ [1]

۴۲ - شرح البخاری

ابو البقا محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد البکری المصری الشافعی المعروف بالجلال البکری (متوفی ۸۹۱ھ) اس کے مصنف ہیں۔ ۸۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھے اور ابن حجر کے شاگردوں میں سے تھے۔ بخاری کی شرح لکھنی شروع کی، لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں تک لکھ سکے۔ اپنے زمانے میں شافعی فقہ کے حافظ تھے۔ [2]

۴۳ - الکوثر الجاری علی ریاض البخاری

احمد بن اسماعیل الکورانی حنفی (وفات ۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء) کی تصنیف ہے جو ایک متوسط شرح ہے۔ اس شرح میں متعدد مقامات پر علامہ کرمانی اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کا رد بھی کیا ہے۔ ان رواۃ کے اسما بھی (جن میں اشتباہ کا اندیشہ ہے) ضبط کیے گئے ہیں۔ لغاتِ مشکلہ کا حل بڑی خوبی سے کیا ہے۔ قبل شرح کے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ اور مصنف کے مناقبِ جمیلہ اور صحیح بخاری کی خوبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ جمادی الاولیٰ ۸۷۴ھ میں مصنف اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ [3]

اس کے قلمی نسخے آیا صوفیا، راغب داماد زادہ میں موجود ہیں۔ [4]

۴۴ - شرح صحیح البخاری

امام زین الدین ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی بکر عینی حنفی (وفات ۸۹۳ھ) اس کے

[1] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۷۰

[2] البدر الطالع: ج ۲ - ص ۱۸۲

[3] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۳

[4] براکلمن: ج ۲ - ص ۱۷۰

مصنف ہیں۔ یہ شرح تین جلدوں میں ہے اور صحیح بخاری اس کے حاشیے پر ہے۔ [1]

۴۵ - شرح صحیح البخاری

فخر الاسلام علی بن البزدوی حنفی (متوفی ۸۹۴ھ) کی تالیف ہے۔ مختصر سی شرح ہے۔ [2]

۴۶ - التوشیح علی الجامع الصحیح

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (وفات ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کی مختصر مگر نہایت لطیف اور جامع شرح ہے۔ ——— اس کے علاوہ ایک شرح اور ہے جس کا نام "الترشیح" ہے۔ لیکن یہ ناتمام رہی، اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ شریفی واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ [3]

حافظ ابو الفضل بن ابی بکر سیوطی ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ انھوں نے کتاب کے دیباچے کا اس طرح آغاز کیا ہے:

الحمد للہ الذی اجزل لنا المنة بان جعلنا من حملة السنة واشهد ان لا الٰه الا اللہ وحده لا شریک له ——— الخ

یعنی تمام تعریف اس خدا کے لیے ہے جس نے ہم پر احسان کیا کہ ہم کو حدیث کا حامل بنایا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔

اس کے قلمی نسخے پٹنہ، برلن، ینی، شہید علی، بیٹرزبرگ، مکتبۃ القرویین فارس اور آصفیہ میں موجود ہیں۔

اس شرح پر ۱۳۱۱ھ میں تعلیقات لکھی گئی جو برلن میں ہے۔ [4]

[1] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۲

[2] ایضاً

[3] ایضاً ج ۲ - ص ۴۹

[4] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۷۱

۴۷ - شرح لکتاب الصوم من صحیح البخاری

اسماعیل الجراحی (قبل از ۹۱۵ھ/ ۹-۱۵۰۹ء) اس کے مؤلف ہیں۔ قلمی نسخہ برسل میں موجود ہے۔ [1]

۴۸ - ارشاد الساری علی صحیح البخاری

یہ کتاب شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی مصری (وفات ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء) کی تالیف ہے۔ اس کے ساتھ متن بھی ہے۔ شرح اور متن کا اس طرح امتزاج کیا گیا ہے کہ حدیث کے الفاظ اور شرح کو علیحدہ نہیں کیا گیا اور عام قاری کے لیے سمجھنا مشکل ہے۔ مشکلات کو حل، مہملات کو صاف اور مبہمات کو واضح کیا گیا ہے — جو الفاظ مشکلاً مکرر آئے ہیں ان کی شرح بھی مکرر کی ہے۔ صحیح بخاری کے درس دینے والوں کے لیے یہ شرح بڑی مفید ہے۔ [2]

یہ شرح بڑی بڑی شروح کی تلخیص ہے۔ بالخصوص فتح الباری تو اس کا اصل ماخذ ہے۔ اس کا ایک مقدمہ لکھا گیا ہے، جس میں کئی فصلیں ہیں۔ مثلاً فضیلت علم حدیث، جن لوگوں نے فن حدیث کو پہلے جمع کیا اور جو ان کے بعد آئے، اصول حدیث، صحیح بخاری کی شروط اور ترجیح، امام بخاریؒ کی سوانح عمری، شروح بخاری۔ مقدمہ مع ایک مختصر شرح کے علیحدہ بھی طبع ہو گیا ہے۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری شافعی ۱۲ ذیقعدہ ۸۵۱ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر ہی میں علم قرآت کی تحصیل میں مشغول ہو گئے تھے۔ قرآت سبعہ کے عالم ہوئے۔ پھر دوسرے فنون کی طرف توجہ دی۔ صحیح بخاری پانچ مجلسوں میں احمد بن عبدالقادر شاوی کو سنائی۔ پھر جامع عمری میں درس اور وعظ میں مشغول ہو گئے۔ ان کا وعظ سننے کے لیے بڑی تعداد میں لوگ آتے تھے۔ اپنے وقت کے یہ بہت اچھے عالم اور واعظ تھے۔ مدت دراز کے بعد

---

۱ بروکلمن: ج ۳ - ص ۱۷۱

۲ کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۲

تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ بہت سی مقبول تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔ ان سب میں بڑی یہ شرح ہے، جس میں فتح الباری اور کرمانی کا اختصار کیا ہے۔ المواہب اللدنیہ ان کی سیرت کی ایک کتاب ہے جو بڑی شاندار ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور کتابیں تصنیف کیں جن کا ذکر بستان المحدثین میں کیا گیا ہے۔ [1]

ایک کتاب "تحفۃ السامع والقاری بختم صحیح البخاری" ہے۔ اس کا ذکر علامہ سخاوی نے الضوء اللامع میں کیا ہے۔ اس کے موضوع بحث کا علم نہیں ہو سکا۔ غالباً صحیح بخاری کے ختم کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

اس کے قلمی نسخے برلن، پاریس، انڈیا آفس لائبریری، کوپریلی، راغب، نور عثمانیہ، آیا صوفیہ، پٹنہ، مانچسٹر، اسکوریال، شہید علی، یحییٰ آفندی، سلیم آغا، سلیمانیہ، مکتبہ القرویین، فاس، مکتبہ جامع الزیتونہ، موصل، آصفیہ، رام پور میں موجود ہیں۔ یہ کتاب بولاق، قاہرہ، دہلی، لکھنؤ، جونپور اور فاس میں کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔ [2]

۴۹ - تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری

شیخ الاسلام ذکریا بن محمد بن احمد انصاری قاہری (متوفی ۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء) نے صحیح بخاری کی یہ شرح لکھی۔ یہ ۸۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔

قلمی نسخے نور عثمانیہ، مکتبہ الجامع الزیتونیہ، مکتبہ القرویین فاس، آصفیہ، باتاقیا میں موجود ہیں۔ [3]

۵۰ - شرح عدۃ احادیث صحیح البخاری

محمد بن عمر بن احمد السفیری الحلبی (المتوفی ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) کی تصنیف ہے۔ قلمی نسخے برلن اور اسکندریہ میں موجود ہیں۔ [4]

---

۱ بستان المحدثین؛ ص ۲۰۴، ۲۰۵

۲ براکلمن؛ ج ۳ - ص ۱۷۱

۳ ایضاً ج ۳ - ص ۱۷۲

۴ ایضاً

۵۱ - شرح صحیح البخاری

علامہ زین الدین بن عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن احمد العباس الشافعی (المتوفی ۹۶۳ھ) کی تصنیف ہے۔ اس شرح کی ترتیب بالکل انوکھی اور نئے انداز کی ہے۔ علامہ ابن اثیر الجزری کی جامع الاصول کی طرز پر ہے۔ لائق مصنف نے احادیث کو سلسلہ سند سے مجرد کرکے ہر حدیث کے مقابل حاشیے پر ایک حرف یا کئی حروف بطور علامت لکھے ہیں، جس سے انھوں نے صحاح خمسہ کے مخرجین کی طرف اشارہ کیا ہے، جنھوں نے امام بخاری رح کی اس حدیث کی تخریج میں موافقت کی ہے۔ پھر کتاب کے خاتمے پر الفاظ غریبہ کی شرح کا باب قائم کیا ہے اور ہر لفظ کی شرح میں حاشیے پر اس لفظ کو بعینہٖ درج کر دیا ہے۔ اس شرح پر علامہ برہان الدین ابوشریف اور علامہ عبدالبرؒ بن شحنہ نے تقریظیں لکھی ہیں [1]

۵۲ - فیض الباری

علامہ سید عبدالاوّل جونپوری (متوفی ۹۶۸ھ) اس کے مصنف ہیں۔ اس شرح کا ذکر نواب صدیق حسن خان نے اپنی قابلِ قدر تاریخ اتحاف النبلاء میں کیا ہے [2]

۵۳ - ہدایۃ القاری فی ختم صحیح البخاری

از محمد بن سلیم بن علی الطبلاوی (المتوفی ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء)۔ قلمی نسخے گیرٹ، قاہرہ میں موجود ہیں [3]

۵۴ - فتح الباری

یہ کتاب حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی (وفات ۹۹۵ھ)

---

[1] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۱

[2] Indias Contribution By Mohommad Ishaq. ص ۱۳۶

[3] براکلمن: ج ۲ - ص ۱۲۲

کی تصنیف ہے۔ صحیح بخاری کے ایک جُز کی شرح ہے۔ مصنف نے اس کا نام بھی فتح الباری رکھا۔ یہ کتاب صرف کتاب الجنائز تک پہنچی۔ طبقات حنابلہ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے [1] کشف الظنون میں مصنف کا سن وفات ۹۹۵ھ بیان کیا گیا ہے، لیکن البدر الطالع میں سن ۷۹۵ھ درج ہے اور نام عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی الحافظ تحریر کیا ہے [2]

۵۵ - الخیر الجاری شرح صحیح البخاری

محمد یعقوب البنانی (متوفی ۱۰۰۳ھ) کی تالیف ہے۔ صحیح بخاری کی یہ شرح قسطلانی، عینی، فتح الباری وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ حل بڑا عمدہ ہے۔ لائق مصنف نے اس میں بہت سی کارآمد باتیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔

مولانا وحید الزمان شارح صحیح بخاری نے اپنی ضخیم اردو شرح تسہیل القاری میں یعقوب بنبانی لکھا ہے [3] الثقافت الاسلامیہ فی الہند میں بھی اس شرح کا ذکر کیا گیا ہے قلمی نسخے بانکی پور، رام پور وغیرہ میں موجود ہیں [4]

۵۶ - شرح صحیح البخاری

یعقوب بن حسن العرفی الکشمیری (وفات ۱۰۰۳ھ) نے یہ شرح لکھی [5]

۵۷ - ضیاء الساری

اس کے مصنف علامہ عبداللہ بن شیخ سالم البصری مالکی (متوفی ۱۱۳۴ھ) ہیں۔ اس شرح کا ذکر علامہ نواب صدیق حسن خان نے الحطہ میں اور علامہ عجلونی نے الفوائد الدراری

---

[1] کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۰

[2] البدر الطالع: ج ۱ - ص ۳۲۸

[3] تسہیل القاری: ج ۴ - ص ۴

[4] براکلمن: ج ۲ - ص ۱۷۴

[5] الثقافت الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۵۰

میں کیا ہے۔

کتب خانہ قسطنطنیہ نور عثمانیہ جامع شریفی میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے [1]

۵۸۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری

مصنف خواجہ اعظم بن سیف الدین سرہندی۔ ۱۰۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی [2]

۵۹۔ المختصر علی تحفۃ الباری

ابوالحسن بن عبدالهادی السندی (وفات ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۳ء) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۰۰ھ میں طبع ہوئی اور قاہرہ میں ۱۳۱۸ھ میں یہ کتاب طبع ہوئی [3]

۶۰۔ نور القاری

شیخ نورالدین احمد آبادی (وفات ۱۱۵۵ھ) اس کے مصنف ہیں۔ اس شرح کا ذکر علامہ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی تصنیف اتحاف النبلاء میں کیا ہے [4]

۶۱۔ شرح علی الاحادیث المشروحۃ فی الکتاب الاخیر

اس کتاب کے مصنف تاج العارفین بن موفق الدین ہیں، جنھوں نے تقریباً ۱۱۶۰ھ (۱۷۴۳) میں وفات پائی۔

قلمی نسخہ برلن میں موجود ہے [5]

۶۲۔ الفیض الجاری

اسماعیل عجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ (تلمیذ علامہ سندھی) اس کے مصنف ہیں۔

[1] الحطۃ فی ذکر صحاح ستہ: ص ۹۷
[2] الثقافت الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۵۱
[3] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۷۲
[4] الثقافت الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۵۱
[5] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۷۲

ابتدائے تصنیف ۱۱۴۱ھ میں کی۔ علامہ موصوف نے جامع اموی کے قبۃ نسر میں صحیح بخاری کی تدریس کے زمانے میں اس شرح کو ضبطِ کتابت میں لانے کا آغاز کیا تھا۔ علامہ موصوف نے الفوائد الدراری فی ترجمۃ البخاری میں اس شرح کی تالیف کا سبب لکھا ہے۔

قلمی نسخہ مدینہ میں ہے [1]

۶۳۔ الفیض الطاری

از جعفر بن محمد مقصود عالم شاہی۔

قلمی نسخہ، آصفیہ میں ہے۔ [2]

۶۴۔ الاعلام بشرح احادیث سید الانام

از اسماعیل الجراحی (وفات ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۹ء) یہ کتاب الصوم کی شرح ہے۔

قلمی نسخہ گیرٹ میں موجود ہے [3]

۶۵۔ نجاح القاری

ابوعبداللہ محمد الشہیر بہ یوسف آفندی (متوفیٰ ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء) اس کے مصنف ہیں۔

قلمی نسخے آیا صوفیا۔ نور عثمانیہ۔ یحییٰ آفندی۔ مدینہ۔ خود مؤلف کے ہاتھ کے نسخے مکتبات الفاتح، ولی الدین، حمیدیہ میں ہیں [4]

۶۶۔ اضاءۃ الدراری

علامہ شہاب احمد المنینی العثمانی (متوفیٰ ۱۱۷۲ھ) کی تصنیف ہے [5] اس کا ذکر رد المختار

[1] براکلمن: ج ۳ - ص ۱۷۴
[2] ایضاً
[3] ایضاً
[4] ایضاً ص ۱۷۲ - ۱۷۳
[5] المنینی المنسوب الی منین بالفتح ثم الکسر ثم یاء مثناۃ، نون اخری قریۃ من اعمال الشام۔

کے مصنف ابن عابدین نے کیا ہے۔

۶۷۔ ضوء الدراری

علامہ غلام علی بلگرامی (وفات ۱۲۰۰ھ) اس کے مصنف ہیں۔ ابتدا سے لے کر آخر کتاب الذکوٰۃ تک کی شرح ہے۔ خود مصنف نے اس شرح کا ذکر اپنی کتاب سبحۃ المرجان میں کیا ہے۔ نواب صدیق حسن لکھتے ہیں کہ یہ شرح بڑی تفصیل سے لکھنی شروع کی لیکن ناتمام رہی۔[1]

۶۸۔ شرح علی الاحادیث المشروحۃ فی الکتاب الاخیر

سلیمان عجیلی (وفات ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۸۹ء) کی تالیف ہے۔

قلمی نسخہ برلن میں ہے۔[2]

۶۹۔ زاد المجد الساری لشرح صحیح البخاری

از ابی علی محمد التاودُودی ابن سودۃ المری (وفات ۱۲۰۹ھ/ ۱۷۹۵ء)۔ یہ شرح فارسی زبان میں ہے اور رباط میں موجود ہے۔ ۱۳۲۸ھ - ۱۳۳۰ھ میں چار اجزا میں شائع ہوئی۔[3]

۷۰۔ نیلُ الاوطار

نیل الاوطار منتقی الاخبار کی شرح ہے۔ لیکن چونکہ اس میں متفق علیہ احادیث ہیں۔ یعنی بخاری کی احادیث بھی ہیں۔ اس لیے براکلمن نے اسے شروح بخاری میں شامل کیا ہے۔ محمد بن علی شوکانی (وفات ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء) اس کے مصنف ہیں۔ یہ قاہرہ میں طبع ہو چکی ہے۔[4]

---

[1] الحطۃ فی ذکر صحاح ستہ (از نواب صدیق حسن خان) ص ۹۷

[2] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۲

[3] ایضاً ص ۱۷۳

[4] ایضاً ص ۱۷۴

۷۱۔ نور الساری

علامہ شیخ حسن العدوی الحمزاوی (وفات ۱۳۰۳ھ) کی تصنیف ہے۔ قاہرہ میں جو صحیح بخاری ۱۲۷۹ھ میں دس جلدوں میں طبع ہوئی، اس کے حاشیے پر یہ شرح بھی طبع ہوئی۔

قاہرہ میں ۱۲۷۹ھ میں اور بولاق میں ۱۲۹۶ھ میں طبع ہو چکی ہے۔[1]

۷۲۔ عون الباری لحل ادلۃ البخاری

علامہ نواب صدیق حسن خاں بہادر (وفات ۱۳۰۷) اس کے مصنف ہیں۔ علامہ زبیدی نے جو تجرید کی تھی وہ تجرید الصحیح کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ ان کی یہ شرح عربی میں ہے۔ اس کے علاوہ اس تجرید کی شرح علامہ شرقاوی اور شیخ الغزی نے بھی لکھی ہے۔

بولاق میں ۱۲۹۷ھ میں کتاب منتقی الاحکام لابن تیمیہ کے حاشیہ پر طبع ہوئی تھی، اسی طرح ۱۲۹۷ھ بولاق میں نیل الاوطار کے حاشیے پر بھی طبع ہوئی ۔ ۱۲۹۹ھ اور ۱۳۰۷ھ میں بھوپال میں بھی شائع ہوئی۔[2]

۷۳۔ شرح صحیح البخاری

قاضی زین الدین عبد الرحیم ابن الرکن احمد (وفات ۸۶۴ھ) کی تالیف ہے، اس شرح کا مفصل حال نہ صاحب حیطہ نے لکھا ہے نہ صاحب کشف الظنون نے۔[3]

۷۴۔ شرح صحیح البخاری

امام عفیف الدین سعید بن سعود الکاذرونی (وفات ۷۵۸ھ) اس کے مصنف ہیں۔ بقول حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون کے ۷۶۶ھ میں شہر شیراز میں مصنف نے اس

---

[1] براکلمن: ج ۲۔ ص ۱۷۶

[2] ایضاً

[3] کشف الظنون، ج ۲۔ ص ۵۵۳

کی تالیف سے فراغت پائی۔[1] اس شرح کی تالیف فراغ اور وفات کے سن میں تضاد ہے، جسے یہاں درج کر دیا گیا ہے۔

اب ذیل میں ان شروح کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کے لکھنے والوں کے سنین وفات نہیں مل سکے۔

۷۵۔ شرح السراج

یہ شرح علامہ ابو الزناد نے لکھی۔[2] سن وفات کا علم نہیں ہو سکا۔ اس شرح کے متعلق صاحب کشف الظنون نے کچھ نہیں لکھا۔

۷۶۔ شرح صحیح البخاری

اس شرح کے مصنف ابو حفص عمر بن الحسن ابن عمر الفوری الاشبیلی ہیں۔[3] صاحب کشف الظنون نے ان کے بارے میں اور کچھ نہیں لکھا۔

۷۷۔ شرح صحیح البخاری

اس کے مصنف ابو القاسم احمد بن محمد ابن عمر بن ورد التمیمی ہیں۔ یہ شرح بڑی بسیط ہے۔[4]

۷۸۔ شرح ابن التین

اس کے مصنف امام عبد الواحد بن التین ہیں۔[5] حافظ ابن حجر رح فتح الباری میں اس شرح کے اکثر اقوال پیش کرتے ہیں۔[6]

۱؎ کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۵۳

۲؎ ایضاً ص ۵۴۶

۳؎ ایضاً

۴؎ ایضاً

۵؎ بالتاء مثناة ثم بالیاء

۶؎ کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۴۶

۷۹۔ شرح ابن المُنَیّر

یہ شرح امام ناصر الدین علی بن محمد بن المُنیّر الاسکندرانی کی ہے، جن کے سن وفات کا علم نہیں ہو سکا۔ یہ شرح دس ضخیم جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ امام ناصر الدین نے ابن بطال کی شرح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔[1]

۸۰۔ المتواری علی تراجم البخاری

اس کے مصنف بھی امام ناصر الدین علی بن محمد بن المُنیّر الاسکندرانی ہیں۔ امام موصوف نے صحیح بخاری کے چار سو سوالاتِ مشکلہ چن کر ان کو بڑی خوبی سے حل کیا ہے۔[2]

۸۱۔ شرح صحیح البخاری

یہ شرح ابو الاصبغ عیسیٰ بن سہل بن عبد اللہ الاسدی نے لکھی۔[3] اس شرح کا حال بھی صاحبِ کشف الظنون نے کچھ نہیں لکھا۔

۸۲۔ مجمع البحرین وجواہر البحرین

تقی الدین یحییٰ بن الکرمانی اس کے مصنف ہیں۔ ان کی وفات کا سن نامعلوم ہے۔ اس شرح میں علامہ یحییٰ نے اپنے والد کی شرح الکواکب الدراری سے مدد لی ہے۔ اور ابن ملقن کی شرح اور زرکشی اور دمیاطی اور فتح الباری اور البدر الطالع سے اضافہ کیا ہے۔ یہ شرح آٹھ جلدوں میں ہے۔[4]

۸۳۔ غایة التوضیح للجامع الصحیح

یہ شرح علامہ عثمان بن ابراہیم صدیقی الحنفی نے لکھی۔ شاہی کتب خانہ رام پور میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ جلد اول ۷۶۱ صفحات پر مشتمل ہے جو اوّل کتاب

۱؎ کشف الظنون: ج ۲ - ص ۵۴۶

۲؎ ایضاً

۳؎ ایضاً

۴؎ ایضاً ص ۵۴۷

بدء الوحی سے باب القران فی التمر عند الاکل تک ہے۔ جلد ثانی باب رقیۃ النبی ﷺ سے آخر کتاب تک ہے۔

قلمی نسخے المکتبۃ الہندی اوّل، آصفیہ، پٹنہ میں ہیں۔[1]

۸۴ - الکوکب الساری فی شرح الجامع الصحیح للبخاری

شیخ ابوالحسن علی بن حسین عروۃ الموصلی[2] اس کے مصنف ہیں۔

قلمی نسخہ رام پور میں ہے۔[3]

۸۵ - شرح صحیح البخاری

علامہ عبدالرحمٰن البہرہ جلد اوّل قلمی ۴۹۲ کا ہے جو ناقص باب کیف کان بدء الوحی سے باب القراءۃ تک ہے۔ نیز قلمی جلد اوّل از باب بدء الوحی تا باب القراءۃ بخطِ نسخ کتب خانہ رام پور میں دو نسخے موجود ہیں۔[4]

۸۶ - شرح صحیح البخاری

یہ شرح بھی کتب خانہ رام پور میں صفحات ۳۹۴ از ابتدا تا باب الشروط قلمی بخطِ نستعلیق موجود ہے۔ غالباً یہ کتاب حافظ عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب البغدادی الدمشقی متوفی ۷۹۵ کی ہے۔[5]

۸۷ - داؤدی

ابوجعفر احمد بن سعید الداؤدی کی تصنیف ہے۔ بعض مقامات میں قال الداؤدی بھی لکھا ہے۔ اس شرح سے ابن التین اکثر نقل کرتے ہیں۔ شرح داؤدی بڑی مفید شرح ہے۔ حلِ مطالب و دفعِ اشکالات و دفع تعارض و

---

[1] براکلمن: ج ۳۔ ص ۲۷۳

[2] بالفتح وکسر الصاد نسبۃ الی المَوصِلُ

[3] براکلمن: ج ۳۔ ص ۲۷۴

[4] سیرت البخاری۔ ص ۳۱۴

[5] البدر الطالع: ج ۱۔ ص ۳۲۸۔

تطبیقِ احادیث میں مصنف نے نہایت عمدہ پیرایہ اختیار کیا ہے، اس لیے اس نسخے پر بہت سے حواشی ہیں۔[1]

۸۸ - شرح صحیح البخاری

یہ شرح علی بن مصطفی الشافعی الحلبی کی ہے جو کہ علامہ سندھی کے شاگرد ہیں۔ یہ شرح غزوات تک پہنچی اور مکمل نہ ہو سکی۔ اس کا ذکر سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر میں علامہ محمد خلیل آفندی نے کیا ہے۔[2]

۸۹ - شرح صحیح البخاری

برہان الدین ابراہیم بن نعمان اس کے مصنف ہیں۔ صرف کتاب الصلوٰۃ تک پہنچی اور جس بات کا مصنف نے التزام کیا تھا پورا نہ ہو سکا۔[3]

۹۰ - البارع الفصیح فی شرح جامع الصحیح

اسے ابوالبقاء محمد بن علی ابن خلف الاحمدی المصری الشافعی نے تصنیف کیا۔ یہ ایک طویل شرح ہے۔ ابتدائے تالیف ۹۰۹ھ ہے۔ شروح کرمانی، عینی، فتح الباری وغیرہ سے ملخص کر کے شارح نے شرح تیار کی ہے۔ لائق مصنف کا اپنی شرح کے بارے میں یہ مقولہ بہت درست ہے کہ: جعلتہ کالوسیط برزخاً بین الوجیز والبسیط۔[4]

یعنی یہ طویل اور مختصر دونوں کے درمیان ہے۔

۹۱ - بغیۃ السامع فی شرح الجامع

جلال الدین ابو یوسف اس کے شارح ہیں۔ اس کا نسخہ کتب خانہ ولی الدین

---

[1] اتحاف النبلاء ص ۵۰

[2] سلک الدرر بحوالہ مبارک پوری

[3] اتحاف النبلاء: ص ۵۴

[4] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۱

سلطان بایزید واقع جامع شریفی قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ [1]

۹۲۔ معونۃ القاری

ابوالحسن علی بن ناصر الدین محمد بن محمد المالکی کی یہ مفید شرح ہے۔ اس کا ذکر علامہ عجلونی نے اپنی قابل قدر کتاب الفوائد الدراری میں کیا ہے۔ علی بن ناصر الدین امام سیوطی کے تلمیذ ہیں۔

قلمی نسخہ مکتبہ القرویین فاس میں ہے [2]

۹۳۔ مصباح القاری

امام عبدالرحمٰن الاہدل الیمنی المتوفی ۸۵۵ھ قال الشوکانیؒ فی البدر الطالع الحسین بن عبد الرحمٰن الحسینی العلوی الشافعی المعروف بالاہدل صنّف حاشیہ علی البخاری انتقاصاً من شرح الکرمانی مع زیادۃ سمّاھا مفتاح القاری لجامع البخاری [3]

۹۴۔ سُلّمُ القاری

سید علامہ محمد بن احمد الاہدل الیمنی اس کے مصنف ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اس کا پورا نام سلم القاری بارك فی افادتہ وافاضتہ الباری رقم کیا ہے۔ [4]

۹۵۔ شرح صحیح البخاری

یہ شرح علامہ عبدالباقی وفات ۱۵۱۲ھ کی قلمی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ حسب بیان علامہ عجلونی ایک حصہ معتدبہا کی شرح ہے۔ ان کا پورا نام ابوالحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق ہے۔ ان کی معجم ابن قانع مشہور کتاب ہے۔ نامور محدثین میں شمار

---

[1] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۱

[2] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۴

[3] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۴۔ ان دونوں شرحوں کا ذکر نواب صدیق حسن خاں نے الحطہ فی ذکر صحاح ستہ میں کیا ہے۔

[4] الحطہ فی ذکر صحاح ستہ، ص ۹۸

ہوتے ہیں۔ دارقطنی، امام ابوعلی بن شاذان اور ابوالقاسم بن بشر ان سے روایت کرتے ہیں [1]

۹۶۔ شرح صحیح البخاری

علامہ سید ابراہیم الشہیر بابن حمزہ نقیب اشراف دمشق، علامہ عجلونی لکھتے ہیں کہ اس شرح کو کتاب الصلوٰۃ تک میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ ہر باب کی شرح میں خطبہ (حمد و نعت) لکھتے ہیں۔

۹۷۔ شرح صحیح البخاری

شیخ علی شامی حدیدی کی تصنیف ہے۔ بقول نواب صدیق حسن خاں مرحوم یہ صحیح بخاری کے پارۂ اول کی شرح ہے۔ نواب صاحب موصوف نے ۱۲۸۵ھ میں شیخ علی الشامی سے ملاقات بھی کی تھی [2]

۹۸۔ شرح صحیح البخاری

محمود بن ابراہیم بن محمد اسلامی اس کتاب کے مصنف ہیں۔

قلمی نسخہ آیا صوفیا میں موجود ہے [3]

۹۹۔ مقدمہ و شرح للکتابین الاولین من صحیح البخاری

از عمر بن محمد عریف نہروالی اس کتاب کے مصنف ہیں۔

قلمی نسخہ: المکتبہ الہندی اول ۱۳۱ [4]

۱۰۰۔ الفیض الطاری شرح صحیح البخاری

شیخ جعفر بن محمد بخاری گجراتی کی تصنیف ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ [5]

---

[1] اتحاف النبلاء ص ۳۱۰

[2] ایضاً ص ۵۶

[3] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۳

[4] ایضاً ص ۱۷۲

[5] الثقافت الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۵۱

۱۰۱۔ شرح صحیح بخاری

شیخ طاہر بن یوسف سندھی برہانپوری اس کتاب کے مصنف ہیں اور یہ قسطلانی سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے ۱۰۰۴ھ میں وفات پائی[۱]

مختصرات ومنتخبات صحیح بخاری کی شروح

کتاب الثلاثیات للبخاری

صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جو تین واسطوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں، ان کی تعداد بائیس ہے۔ ان میں اکثر مکی بن ابراہیم کے واسطے سے مروی ہیں۔ مکی بن ابراہیم امام بخاری کے طبقۂ اولیٰ کے شیوخ میں سے ہیں اور تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے قلمی نسخے برلن، پٹنہ، پیٹرز برگ اور پشاور میں ہیں[۲]

اس کتاب کی شرحیں

۱۰۲۔ شرح از احمد بن محمد العجمی الوفائی

(متوفی ۱۰۸۶ھ/۱۶۷۵ء)

قلمی نسخے کوبریل، مکتبہ جامع الزیتونہ، یاتاقیا میں موجود ہیں۔ اور یہ کتاب دہلی میں ۱۲۹۸ھ میں اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہو چکی ہے[۳]

۱۰۳۔ شرح للقاری الہروی

(متوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء)

اس کا قلمی نسخہ شہید علی میں ہے[۴]

---

[۱] Indias contribution P. 133
[۲] براکلمن ج ۳ ص ۱۷۷
[۳] ایضاً ص ۱۷۸
[۴] ایضاً

۱۰۴۔ معلم القاری

رضی الدین ابوالخیر عبدالمجید خان ٹونکی اس کے مولف ہیں، اور یہ آگرہ میں طبع ہو چکی ہے سال طباعت ۱۲۶۱ھ ہے[۱]

۱۰۵۔ الفرائد المرویات فی فوائد الثلاثیات

محمد بن ابراہیم الحضرمی (وفات ۷۷۷ھ/۱۳۷۵ء) اس کے مصنف ہیں۔
قلمی نسخہ الجزائر اول ۴۷۵ ہے[۲]

نیز ملاحظہ ہو نمبر ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲ صفحہ ۱۲۵ ومابعدہ

۱۰۶۔ العقد الغالی فی اشکال صحیح البخاری

احمد الکردی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ قلمی نسخہ پیرس اول ۲۱۷۷ رقم ۷[۳]

۱۰۷۔ شرح صحیح البخاری

علامہ الکفیری محمد بن احمد المتوفی اس کتاب کے مصنف ہیں۔ علامہ کفیری نے اس شرح کے خطبے میں لکھا ہے کہ میں نے یہ شرح سعید بن مسعود گازرونی کی مقاصد التنقیح سے لی ہے[۴] یہ کتاب اور نمبر ۲۶ کے تحت مذکورہ شرح ایک ہی معلوم ہوتی ہیں۔

۱۰۸۔ التعلیق الفخری

عبداللہ بن سعید بن ابی جمرہ اللازدی (وفات ۶۹۹ھ) نے بخاری کی تقریباً دو سو حدیثوں کا ایک انتخاب "جمع النہایۃ فی بدء الخیر والغایۃ" کے نام سے کیا تھا۔ ایک شرح تو انھوں نے خود لکھی تھی، اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اس مختصر کی ایک شرح التعلیق الفخری کے نام سے محمد بن عباس علی خان نے لکھی[۵]

---

[۱] براکلمن، ج ۳۔ ص ۱۷۸
[۲] ایضاً
[۳] ایضاً ص ۱۷۳
[۴] ایضاً ص ۱۶۹
[۵] ایضاً ص ۱۷۵

۱۰۵۔ شرح الشنوانی

مذکورہ بالا مختصر کی ایک شرح محمد بن علی الشافعی (الشنوانی المتوفی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) نے لکھی اور قاہرہ سے ۱۳۰۵ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

اس کے قلمی نسخے پیرس، مکتبہ القرویین فاس، مکتبہ سباط وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔[1]

۱۱۰۔ فتح المبدی

صحیح بخاری کا ایک عمدہ انتخاب "تجرید الصحیح" کے نام سے[2] احمد بن احمد شرجی الزبیدی (المتوفی ۸۹۳ھ/۱۴۸۸ء) نے کیا ہے۔ الّفہ فی شعبان سنۃ ۸۸۹ھ

اس میں اسانید کو حذف کر دیا ہے اور نئی ترتیب کے ساتھ کتاب کو مرتب کیا ہے[3]

اس پر عبداللہ شرقاوی (المتوفی ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء) نے ایک شرح لکھی۔

اس کے قلمی نسخے مکتبہ جامع الزیتونہ، المدینہ، الاسکندریہ میں ہیں۔ قاہرہ میں ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۳۳ھ میں تین اجزاء میں شائع ہو چکی ہے[4]

۱۱۱۔ عون الباری

نواب صدیق حسن خان نے بھی ایک شرح لکھی۔ یہ بولاق میں ۱۲۹۷ھ میں کتاب منتقی الاحکام (ابن تیمیہ) کے حاشیے پر چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب ۱۲۹۷ھ میں نیل الاوطار (شوکانی) کے حاشیے پر بھوپال میں ۱۲۹۹ھ، ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوئی۔[5]

---

[1] براکلمن: جلد ۳۔ ص ۱۷۵

[2] عند محمد بن جعفر الکتانی (م ۱۳۴۵ھ) فی الرسالۃ المستطرفۃ ص ۴۴

[3] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۴

[4] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۶

[5] ایضاً

۱۱۲۔ شرح مختصر البخاری

علامہ احمد بن علامہ شیخ احمد الشجاعی (وفات) اس کتاب کے مؤلف ہیں۔[1]

۱۱۳۔ حل صحیح البخاری

مرزا حیرت دہلوی کی تصنیف ہے۔ متن مولانا حافظ احمد علی مرحوم کا ہے۔ لیکن صحیح بخاری کے حل میں قسطلانی اور فتح الباری سے کچھ زیادہ مدلل ہے۔ صحت و صفائی کے اعتبار سے بھی اچھی شرح ہے۔ حل لغات علیحدہ ہے، بین السطور کے حواشی نکال دیے ہیں۔ اس سے حل مشکلات میں کمی ہو گئی۔

۱۱۴۔ صیانۃ القاری عن الخطاء فی صحیح البخاری

ابوالحسن علی بن ناصر الدین (المتوفی) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ علامہ عجلونی نے اپنی قابل قدر کتاب الفوائد الدراری میں اس کا ذکر کیا ہے۔ علی بن ناصر الدین امام سیوطی کے تلمیذ ہیں[2]

۱۱۵۔ شواہد التوضیح والتصحیح لمشکلات الجامع الصحیح

شیخ جمال الدین محمد بن عبداللہ بن مالک النحوی (المتوفی ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ اس میں صحیح بخاری کے اعراب مشکلہ کے دلائل و شواہد بیان کیے گئے ہیں[3]

قلمی نسخے بریل، موتسما، اسکوریال، مکتبہ القرویین فاس، مکتبہ الجامع الزیتونہ تیونس، الظاہریہ دمشق، آصفیہ میں موجود ہیں[4]

الہ آباد میں ۱۳۱۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

---

[1] سیرت البخاری: مولانا عبدالسلام مبارک پوری۔ ص ۲۳۸

[2] الفوائد الدراری بحوالہ مبارک پوری

[3] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۳

[4] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۶، ۱۷۷

۱۱۶۔ زُبدۃُ البخاری

یہ شرح عمر ضیاء الدین کی ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں قاہرہ میں شائع ہوئی اور استنبول میں ترکی ترجمے کے ساتھ ۱۳۴۱ھ میں تین اجزا میں طبع ہوئی۔[1]

۱۱۷۔ الالفُ المختارۃ

اس کے مؤلف عبد السلام محمد ہارون ہیں۔ مؤلف موصوف نے امام بخاریؒ کی الجامع الصحیح کی ایک ہزار احادیث منتخب کر کے ان کی مختصر شرح لکھی ہے اور چار مشہور شارحین بخاری یعنی کرمانی، ابن حجر، عینی اور عسقلانی سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اس کے چھ جز طبع ہو چکے ہیں۔

۱۱۸۔ النور الساری من فیض صحیح البخاری

حسن عدوی الحمزاوی (وفات ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء) کی تصنیف ہے۔ قاہرہ میں ۱۲۷۹ھ میں اور بولاق میں ۱۲۹۶ھ میں بخاری کے حاشیے پر طبع ہوئی۔[2]

۱۱۹۔ جواہر البخاری

یہ محمد مصطفیٰ عمارہ کی شرح ہے، جس میں سات سو احادیث کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ شرح قاہرہ میں ۱۳۴۱ھ میں طبع ہوئی۔[3]

۱۲۰۔ الکوکب الساری فی اختصار البخاری

ابو علی محمد بن عیسیٰ ابن عبد اللہ بن حروز (وفات ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء) کی تصنیف ہے۔ قلمی نسخہ الٰہ آباد میں ہے، جس کا نمبر ۶۹ ہے۔[4]

---

1. براکلمن، ج ۲۔ ص ۱۷۶، ۱۷۷
2. ایضاً ص ۱۷۱
3. ایضاً ص ۱۷۶
4. ایضاً

۱۲۱۔ مختصر البخاری

عبد اللہ بن ابی جمرہ اس کے مؤلف ہیں۔ قلمی نسخے راغب اور آصفیہ میں ہیں۔[1]

۱۲۲۔ مختصر لعبد الحق

عبد الحق بن عبد الرحمٰن الازدی نے صحیح بخاری کی یہ مختصر شرح لکھی۔ مؤلف موصوف نے ۵۸۱ھ۔ (۱۱۸۵ء) میں وفات پائی۔

قلمی نسخہ پیٹرزبرگ میں ہے۔[2]

۱۲۳۔ مختصر للنووی

امام نووی نے بھی صحیح بخاری کی ایک مختصر شرح تالیف کی۔ امام موصوف نے ۶۷۶ھ (۱۲۷۷ء) میں وفات پائی۔ اس کا دیباچہ جوتا میں موجود ہے۔[3]

۱۲۴۔ مختصر صحیح البخاری

امام جمال الدین ابو العباس احمد بن عمر الانصاری القرطبی (المتوفی ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء) اس کے مصنف ہیں۔[4] اس مختصر کی کوئی کیفیت صاحب کشف الظنون نے نہیں بتائی، نہ اس کی شرح کا حال معلوم ہو سکا اور نہ اختصار کی کوئی غرض معلوم ہوئی۔ براکلمن نے اس مختصر کو "اختصار صحیح البخاری و شرح غریبہ" کے نام سے رقم کیا ہے۔

قلمی نسخے قاہرہ اور مکتبہ القرویین فاس میں موجود ہیں۔[5]

۱۲۵۔ تجرید التفسیر

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ کتاب تصنیف کی۔ سورتوں کی ترتیب

---

1. براکلمن، جلد ۲۔ ص ۱۷۶
2. ایضاً ص ۱۷۵
3. ایضاً
4. کشف الظنون، ج ۲، ص ۵۵۴
5. براکلمن، ج ۳۔ ص ۱۷۶

سے تعبیرات صحیح بخاری کو علحدہ کیا ہے۔[1]

۱۲۶۔ شرح تجرید الصحیح از زبیدی

شیخ ابن القاسم الغزی (المتوفی) اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ اس شرح کا ذکر علامہ ابوالطیب نواب صدیق حسن خان نے اپنی شرح عون الباری میں کیا ہے۔ عون الباری بنیل الاوطار فی شرح منتقی الاخبار کے حاشیے پر طبع ہوئی ہے۔[2]

۱۲۷۔ تحریر علی کتاب العلم من صحیح الامام البخاری

عبدالسید محمد بخار مفتی الدیار التونیہ اس کتاب کے مؤلف ہیں اور یہ تونس میں ۱۳۲۵ھ طبع ہوئی۔[3]

۱۲۸۔ منحۃ الباری فی جمع روایات البخاری

یہ کتاب عبید سندی المدنی نے تصنیف کی۔
قلمی نسخہ مدینہ میں موجود ہے۔[4]

۱۲۹۔ نکت

اس کتاب کے مصنف شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ علامہ زرکشی کی شرح التنقیح پر نکت لکھے ہیں۔ لیکن افسوس ہے بقول حاجی خلیفہ کے یہ مکمل نہ ہو سکی۔[5]

۱۳۰۔ حاشیہ

ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن بن زکری الفاسی المتوفی ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء اس کے مؤلف ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ الرباط میں ہے جس کا نمبر ۳۲ — ۴۳ ہے۔[6]

---

[1] اتحاف النبلاء: ص ۵۷
[2] الثقافت الاسلامیہ فی الہند ص ۱۵۱
[3] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۷
[4] ایضاً
[5] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۴۹
[6] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۳

۱۳۱۔ حاشیہ صحیح بخاری

ابوالعباس السندی احمد زروق کی شرح ہے۔ علامہ عجلونی نے لکھا ہے کہ یہ ایک حاشیہ ہے جو صحیح بخاری کے حل میں ہے۔

حاشیہ شیخ سیدی زروق فاسی علی البخاری کے نام سے بستان المحدثین میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد عیسٰی برنسی فاسی ہیں، جو زروق کے نام سے مشہور ہیں۔ بروز پنجشنبہ بوقت طلوع آفتاب ۲۸ محرم ۸۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تقریباً سات سال کی عمر میں والدین کا انتقال ہو گیا، دیارِ مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً غوری، محاجی، استاد ابوعبداللہ صغیر، امام صبہانیؒ، ابراہیم قاری، سیوسی، سخاوی مصری، رصاع دومی اور اس نواح کے دوسرے بزرگوں سے علوم حاصل کیے۔ ان کی تصانیف نفع بخش اور بے حد مفید ہیں۔ جہاں انھوں نے اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں ان میں سے ایک یہ حاشیہ بھی ہے جو نہایت عمدہ ہے۔

وہ جلیل القدر عالم تھے، ان کے مرتبۂ کمال کا بیان تحریر و بیان سے باہر ہے۔ یہ متاخرین صوفیائے کرام کے ان محققین میں سے ہیں جنھوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا۔ شیخ شہاب الدین قسطلانی، شمس الدین لقانی، خطاب الکبیر طاہر بن زبان رداوی اور ان جیسے بڑے بڑے علما نے ان کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔ ماہ صفر ۸۹۹ھ میں بلاد طرابلس الغرب میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

۱۳۲۔ تعلیقات علی اعراب القاری

براکلمن نے اس کو اعراب القاری علی اول باب البخاری کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ قاری ہروی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) کی تصنیف ہے اور اس پر محمد بن محمد النجشی (المتوفی ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) نے تعلیقات لکھی ہیں۔ اعراب القاری کے قلمی نسخے برلن، پٹنہ، میونخ، ورقہ، مانچسٹر اور قاہرہ میں موجود ہیں۔

---

[1] بستان المحدثین، ص ۲۰۵، ۲۰۶

اس کے تعلیقے کا نسخہ برلن میں موجود ہے۔ [1]

۱۳۳۔ تعلیقہ

علامہ سندی الحنفی (وفات ۱۱۳۸ھ) اس کے مؤلف ہیں۔ یہ صحیح بخاری مطبوعہ مصر کے حاشیے پر طبع ہوئی۔

۱۳۴۔ تعلیقہ صحیح البخاری

یہ مولوی لطف اللہ بن حسن التوقانی (مقتول ۹۰۰ھ) کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ یہ تعلیقہ صرف اوائل صحیح بخاری کے متعلق ہے۔ [2]

۱۳۵۔ تعلیقہ

یہ تعلیقہ علامہ شمس الدین احمد ابن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ) کا تصنیف کردہ ہے، اس کا کچھ حال معلوم نہیں ہوسکا۔ [3]

۱۳۶۔ تعلیقہ

مصلح الدین المصطفٰی بن شعبان السُّروری [4] (المتوفی ۹۶۹ھ) اس کتاب کے مصنف ہیں۔ یہ ضخیم حاشیہ نصف صحیح بخاری تک ہے۔ [5]

۱۳۷۔ تعلیقہ

یہ کتاب مولوی حسین الکھنوی (وفات ۱۰۱۲ھ) کی تصنیف ہے۔ [6] اس کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہوسکیں۔ علامہ زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۲۔ نیز دیکھیے اتحاف النبلاء ص ۲۰

[2] کشف الظنون: ج ۲ ص ۵۵۴

[3] ایضاً

[4] نسبۃ الی سرور وھی مدینۃ بقھستان

[5] کشف الظنون: ج ۲۔ ص ۵۵۴

[6] ایضاً

۱۳۸۔ تعلیقہ

مولوی فضیل بن علی الجمالی (متوفی ۹۹۱ھ) کی تالیف ہے۔ [1] اس سے زیادہ اس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل سکا۔

کتب تراجم و رجال

۱۳۹۔ تعلیقات علی ابواب البخاری

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔

قلمی نسخہ پٹنہ میں ہے جس کا نمبر ۱: ۱۴۱ ہے۔ [2]

۱۴۰۔ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

یہ کتاب بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تالیف ہے۔ حیدرآباد میں ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی۔ [3]

۱۴۱۔ حل اغراض البخاری المبہمہ فی الجمع بین الحدیث والترجمہ

فقیہہ ابو عبداللہ محمد ابن منصور بن حمامہ المغراوی السجلماسی [4] (المتوفی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب میں صحیح بخاری کے سو ترجموں پر بحث کی ہے۔ [5]

اب ذیل میں ان کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جو رجال کے متعلق ہیں:

---

[1] کشف الظنون، ج ۲۔ ص ۵۵۴

[2] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۳

[3] ایضاً ص ۱۷۴

[4] نسبۃ الی سجلماسۃ بکسر اولہ وثانیہ وسکون اللام وبعد الف سین مھملۃ مدینۃ فی جنوب المغرب فی بلاد السودان۔

[5] کشف الظنون، ج ۲۔ ص ۵۵۱

۱۴۲۔ الاحتفال فی بیان احوال الرجال

اس کے مؤلف حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ہیں۔ اس میں مؤلف نے تہذیب الکمال پر زیادات اور اضافے کیے ہیں[1]

۱۴۳۔ اسمائے التابعین

اس کتاب کے مؤلف امام دارقطنی (المتوفی ۳۸۵ھ) ہیں، اس میں تابعین کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ نیز ان تبع تابعین کا بھی اس میں تذکرہ ہے جن سے امام بخاری کے نزدیک اخذ روایت کرنا درست ہے۔[2]

۱۴۴۔ اسماء رجال الصحیح[3]

یہ کتاب کلاباذی کی ہے۔ اس میں اسمائے رجال صحیح بخاری کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا نام ابونصر احمد بن الحسین الکلاباذی ہے۔ (وفات ۳۹۸ھ اور بقول حافظ ذہبی وفات ۳۷۸ھ) ہے[4] کشف الظنون میں اس کا نام اسماء المحفاظ او رجال الصحیح للبخاری ہے۔ اس کا ایک نام براکلمن نے الکلام علی رجال البخاری بتایا ہے۔

قلمی نسخہ آصفیہ، مکتبۃ القرویین فاس میں ہے۔[5]

۱۴۵۔ ہدایۃ الباری الی ترتیب احادیث البخاری

یہ کتاب عبدالرحیم عنبر کی تصنیف ہے۔ اس میں حروف تہجی کے اعتبار سے راویوں کے نام لکھے ہیں۔ یہ قاہرہ میں ۱۳۴۰ھ میں طبع ہوئی۔[6]

۱؎ نظم العقیان: ص ۴۶

۲؎ براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۷۔ ۲۱۲

۳؎ عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے اس کا ایک مختصر تیار کیا جو کہ پیرس میں موجود ہے۔ نیز ایک مختصر محمد بن طاہر قیسرانی (المتوفی ۵۰۷ھ) نے تیار کیا (براکلمن: ج ۳۔ ص ۲۲۸)

۴؎ اتحاف النبلاء: ص ۱۱۳

۵؎ براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۷

۶؎ ایضاً

۱۴۶۔ اسامی الرواۃ لصحیح البخاری

حسن صوفی زادہ (وفات ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۴ء) اس کے مؤلف ہیں۔ مقدمہ ترکیہ کے ساتھ یہ کتاب استنبول میں ۱۲۸۲ھ میں طبع ہوئی۔

۱۴۷۔ عقد الجمعان اللامع المنتقی من قعر بحر الجامع

اس کے مؤلف محمد بن محمد بن علی التوجیلی ہیں۔ بخاریؒ کے راویوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے اشعار میں بیان کیا ہے۔ اس کا نسخہ الجزائر اوّل میں موجود ہے۔

۱۴۸۔ اشارات صحیح البخاری واسانید

یہ کتاب ابو محمد عفیف الدین عبداللہ بن سلیم البصری الشافعی (المتوفی ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۱ء) کی تصنیف ہے۔ اس کے قلمی نسخے برلن، ہوتسما، گیرٹ میں موجود ہیں[1]

۱۴۹۔ اسماء من رواعنہم بخاریؒ

اس کتاب کے مصنف ابن القطان عبداللہ بن عدی الجرجانی ہیں۔ انھوں نے ۳۶۰ھ میں وفات پائی، مصنف نے اس کتاب میں ان راویوں کے نام ضبط کیے ہیں جن سے امام بخاریؒ نے روایت کی ہے۔

قلمی نسخہ کتب خانہ زہریہ میں موجود ہے[2]

۱۵۰۔ فیض الباری

یہ شرح شیخ فضل احمد انصاری کی ہے اور اردو میں ہے[3]

۱۵۱۔ تسہیل القاری

یہ مولوی وحید الزماں کی تصنیف ہے اور اردو زبان میں یہ بہترین شرح تصور کی جاتی ہے[4]

۱؎ براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۷

۲؎ ایضاً ص ۲۲۶

۳؎ الثقافت الاسلامیہ فی الہند: ۱۵۱

۴؎ ایضاً

۱۵۲ - فضل الباری

یہ صحیح بخاری کا اردو میں ترجمہ ہے - لیکن اسے ایک طویل شرح متصور کیا جاتا ہے - لاہور میں طبع ہوئی -

۱۵۳ - ترجمہ صحیح بخاری

یہ مرزا حیرت دہلوی کا اردو ترجمہ ہے - ترجمہ نہایت مطلب خیز ہے اور بریکٹ میں جابجا مشکل باتوں کو حل بھی کر دیا ہے - زیادہ وضاحت کے لیے حاشیہ اور نوٹ بھی لکھے ہیں -

۱۵۴ - تیسیر الباری

اس کتاب کے مصنف مولانا وحید الزمان ہیں - یہ ترجمہ مطلب خیز ہے اور صحیح بخاری کے ساتھ چھپا ہے - لائق مصنف نے اس کی ابتدا میں ایک مقدمہ لکھا ہے، جس میں اپنا سلسلۂ سند امام بخاریؒ تک دس طریقوں سے ملایا ہے - جابجا حواشی اور حل بھی لکھے ہیں اور نہایت آب و تاب اور بڑی خوش اسلوبی سے چھپ کر شائع ہوا ہے -

۱۵۵ - ترجمہ صحیح بخاری (بزبان انگریزی)

یہ کتاب ایک یورپی مصنف مسٹر کریزن کی تالیف ہے جو ۱۲۹۶ھ میں یورپ کے شہر بلک میں طبع ہوئی اور دس جلدوں میں ختم ہوئی [1]

۱۵۶ - ترجمہ جامع صحیح البخاری (بزبان فرانسیسی)

ادھوداس و ڈبلو مارکو میس

مع حواشی و فہرست جملہ مضامین و الفاظ بہ ترتیب حروف تہجی پانچ جلدوں میں

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا - صحیح بخاری کے دو پاروں کا انگریزی ترجمہ مع مختصر نوٹ اور حواشی علامہ اسد جرمنی نومسلم کے قلم سے شائع ہو چکا ہے - ملک کے مؤقر اسلامی جرائد و رسائل نے ترجمے کے متعلق اچھی رائے ظاہر کی ہے -

ختم ہوئی ہے، جلد اول ۶۸۲ صفحات پر مشتمل ہے -

۱۵۷ - غنیۃ القاری

علامہ نواب صدیق حسن خاں (وفات ۱۳۰۷ھ) اس کے مؤلف ہیں - ثلاثیات صحیح بخاری کا اردو میں یہ ترجمہ نہایت عمدہ ہے [1]

۱۵۸ - الأجوبۃ علی المسائل المستغربۃ من البخاری

یہ محمد بن عبد البر المالکی (ولادت ۳۶۸ھ، وفات ۴۶۳ھ) کی تصنیف ہے - مہلب نے جن سوالوں کے جوابات دیے تھے، انھی کو علٰحدہ ضبط کیا ہے، علامہ ابن حزم کے جوابات بھی ہیں [2]

۱۵۹ - التوضیح فی اعراب البخاری

محمد بن عبد اللہ بن مالک النحوی (وفات ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) اس کتاب کے مؤلف ہیں -

قلمی نسخے دمشق عمومیہ اور اسکندریہ میں موجود ہیں [3]

۱۶۰ - ترجمان التراجم

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن رشید السبتی (متوفی ۷۲۳ھ) ترجمان التراجم کے مصنف ہیں - لائق مصنف نے صرف صحیح بخاری کے ابواب پر بحث کی ہے - لیکن بقول حاجی خلیفہ کے یہ نادر کتاب نامکمل رہی - شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں کہ باوجود نا تمام ہونے کے یہ کتاب نہایت مفید ہے [4]

---

[1] الثقافت الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۵۱

[2] کشف الظنون، ج ۲ - ص ۵۴۵

[3] بر اکلمن، ج ۲ - ص ۱۶۸

[4] کشف الظنون، ج ۲ - ص ۵۵۱

۱۶۱ - الراموز علی صحیح البخاری

علی بن محمد الیونینی (المتوفی ۷۰۱ھ/ ۱۳۰۲ء) اس کتاب کے مصنف ہیں -
قلمی نسخہ رام پور میں موجود ہے، جس کا نمبر ۲ : ۱۱۸ ہے [1]

۱۶۲ - غریب حدیث البخاری

ابو عبید قاسم بن سلام الجمی (المتوفی) اس کتاب کے مصنف ہیں -
اس کا قلمی نسخہ قسطنطنیہ میں علی پاشا کے کتب خانے میں موجود ہے -

۱۶۳ - تقریب الغریب فی غریب صحیح بخاری

یہ کتاب حافظ ابن حجرؒ کی تالیف ہے [2] اس میں صحیح بخاری کے الفاظ مشکلہ سے بحث کی گئی ہے -

۱۶۴ - شرح غریب صحیح البخاری

ابوالحسن محمد بن احمد الجیّانی النحوی (المتوفی ۵۴۰ھ) اس کے مصنف ہیں [3][4]

۱۶۵ - تیسیر منهل القاری فی تفسیر مشکل البخاری

از محمد بن محمد بن موسی الشافعی الحنبلی - مولف موصوف نے یہ کتاب (۸۴۶ھ/ ۱۴۴۲ء) میں تالیف کی -
اس کا پہلا حصہ بصورت قلمی نسخے کے اسکوریال میں موجود ہے [5]

۱۶۶ - تزیین العبارة بدون تمیز الاشارة

از قاری ہروی وفات ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء
قلمی نسخے برلن اور قاہرہ میں موجود ہیں [6]

---

[1] براکلمن ، ج ۳ ، ص ۱۶۸
[2] نظم العقیان ، ص ۴۶
[3] نسبة الی مدینة جیّان بفتح الجیم ثم تشدید الیاء و اخرہ نون -
[4] کشف الظنون ، ج ۲ - ص ۵۵۳
[5] براکلمن ، ج ۳ ، ص ۱۶۹
[6] ایضاً ص ۱۷۲

۱۶۷ - تشنیف المسامع لبعض فوائد الجامع ، أو ، الحواشی الفریدة

از ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد بن یوسف العریف الفاسی (المتوفی ۱۰۳۶ھ/ ۱۶۲۶ء)
قلمی نسخہ الرباط میں موجود ہے ، جس کا نمبر ۳۰ ہے - یہ کتاب فاس میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہو چکی ہے [1]

۱۶۸ - حاشیہ

عبدالقادر بن علی الفاسی (متوفی ۱۰۹۱ھ/ ۱۶۸۰ء) نے صحیح بخاری پر حاشیہ لکھا اور فاس میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوا [2]

۱۶۹ - عثمانی

مولانا احمد علی (وفات ۱۲۹۸ھ) نے صحیح بخاری پر ایک حاشیہ لکھا - اس کا مفصل حال نہیں معلوم ہو سکا -

۱۷۰ - حاشیہ العدّة

عمدة القاری پر جو کہ علامہ عینی کی شرح ہے ، ایک حاشیہ ابوالحسن علاؤ الدین علی العطار نے لکھا جس کا نام العُدَّة ہے -
قلمی نسخہ شہید علی میں موجود ہے [3]

۱۷۱ - حل صحیح بخاری یعنی نسخہ عتیقہ صحیحہ مع حل مشکلات وحواشی و جمیع نسخ

علامہ شمس العلما مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی (وفات ۱۳۲۰ھ) کی تصنیف ہے - یہ نسخہ بہت عتیق اور نہایت واضح خوش خط میں ہے - مع جمیع نسخ وحل مشکلات و

---

[1] براکلمن ، ج ۳ - ص ۱۷۳
[2] ایضاً
[3] ایضاً ص ۱۷۰

حواشی ورق کلاں پر تین ضخیم جلدوں میں ختم ہوا ہے۔ اس نسخے کی صورت اس کی قدامت کی روشن دلیل ہے۔ یہ وہ نسخہ ہے جو بڑے بڑے اساتذہ اور شیوخ کے درس و تدریس میں رہا اور ہر زمانے میں بڑے بڑے فاضل علما نے اس پر حواشی و نکات لکھے۔ مختلف اوقات میں حواشی لکھنے کی وجہ سے حاشیہ لکھنے کا کوئی نظم نہیں، جس نے جہاں جگہ پائی لکھ دیا۔ حضرت شیخ الکل کے اپنے ہاتھ سے حواشی لکھے ہوئے بھی اس نسخے پر موجود ہیں۔ مولف موصوف اس نسخے کی بڑی حفاظت فرماتے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس کی تیس جلدیں ہیں اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ ہے۔

یہ نسخہ صحت، قدامت، جامعیت اور نسخ و حل مشکلات و حواشی کے اعتبار سے یادگارِ سلف اور لعلِ بے بہا ہے۔ حلِ مشکلات کا یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی مشکل مقام آیا متعدد شروح سے حل کر دیا ہے۔ اس طرح ایک ایک حاشیے میں فتح الباری، کرمانی، قسطلانی، داودی، توشیح، تنقیح، شرحیں موجود ہیں۔ پہلے پہل ہندوستان میں جو نسخہ مولانا احمد علی صاحب نے محشی کر کے شائع کیا وہ اسی نسخے سے مستفاد ہے۔ بوجہ اتحاد، ارتباط زمانہ قدیم حضرت میاں سید نذیر حسین سے یہ نسخہ عاریتہً لے کر اپنا نسخہ طبع کرایا، شرح داودی اصل منقول عنہ میں موجود تھی اور (دال) سے اس کی طرف اشارہ ہے۔ بجز اس نسخے کے اس کے وجود کا پتا نہیں چلتا۔ مولانا احمد علی سہارن پوری نے اس پر عینی شرح بخاری اور کتب حنفیہ سے مذہب حنفی کی تائید اور حدیثوں کی تاویل کا اضافہ کیا۔ گو دونوں حضرات مولانا محمد اسحاق کے تلامذہ میں سے تھے، لیکن جب مولانا احمد علی صاحب دہلی تشریف لاتے تو حضرت میاں صاحب کی درس گاہ میں دوران درس دو زانو ہو کر خاموش بیٹھتے اور جب درس سے فراغت ہوتی تو بات چیت کرتے اور نہایت خلوص و عقیدت سے باتیں کرتے۔ اکثر فتاوی پیش کرتے یا کوئی اور علمی تذکرہ رہتا اور جب تک بقید حیات رہے اس وضع کو نباہا۔ (اس کے شواہد وہ خطوط ہیں جو مولانا احمد علی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مولانا شمس الحق کے پاس موجود ہیں جو انھوں نے بنام شیخ الکل لکھے تھے، علاوہ ازیں حضرت میاں صاحب کے

قدیم طلبا شاہد تھے)۔

۱۷۲۔ حل صحیح بخاری

حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری تلمیذ شیخ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح ہے۔ مولانا ممدوح نے صحیح بخاری کو صحت بلیغ کے ساتھ مع حل کے طبع کر کے تمام ہندوستان میں شائع کیا۔ اس نسخے کو دیکھ کر مولانا احمد علی نے صحیح بخاری کو شرح عینی اور دیگر کتب حنفیہ سے اول سے آخر تک مذہب حنفیہ کے مطابق کر دیا۔

مولانا نے اس حاشیے کا ایک مقدمہ لکھا ہے، جس میں فن حدیث کے اصول کے علاوہ صحیح بخاری کے متعلق بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں۔ یہ مقدمہ تمام تر مقدمہ فتح الباری اور مقدمہ قسطلانی سے ماخوذ ہے۔ اور بعض مضامین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ تراجم ابواب بخاری سے ماخوذ ہیں۔

۱۷۳۔ مصابیح الاسلام من حدیث خیر الانام

یہ علامہ فقیر اللہ کی شرح ہے۔ یہ صحیح بخاری کا عمدہ انتخاب ہے۔ بہ ترتیب ابواب فقہیہ صحیح حدیثوں کے سلسلے کی یہ ایک بے نظیر چیز ہے۔ مولف نے مدار المہام محمد امین خاں کے حکم سے اس کو مشکوٰۃ کے ابواب پر ترتیب دیا ہے۔ مولف کا اپنا بیان ہے۔

انتخبتہ انتخابا جامعا الاحادیثۃ المسندۃ مع بعض التعلیقات حاذفا الاسناد والمکررات مرتبا علی ترتیب المشکوٰۃ کتبا و ابوابا مع زیادۃ ولقصان یسیر۔

یعنی میں نے اس میں سے مسند احادیث کا ایک جامع انتخاب کیا ہے۔ مزید برآں جہاں ضرورت محسوس کی وہاں ضروری تعلیقات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ البتہ اسناد احادیث اور مکرر احادیث کو حذف کر دیا ہے۔ کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کرتے وقت مشکوٰۃ کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اگرچہ اس ضمن میں کہیں کہیں قدرے کمی بیشی سے بھی کام لیا گیا ہے۔

۱۷۴۔ رجال الصحیحین

ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن الطبری (المتوفی ۴۱۸ھ) اس کے مولف ہیں۔ اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کتابوں کے رجال کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔[1]

۱۷۵۔ کتاب التعدیل والتجریح لرجال البخاری

قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی (المتوفی ۴۷۴ھ) اس کے مولف ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے اس کا مفصل حال نہیں لکھا۔[2]

۱۷۶۔ الجمع بین الصحیحین أو تفسیر غریب مافی الصحیحین

علامہ حمیدی محمد بن ابی نصر الاندلسی القرطبی (المتوفی ۴۸۸ھ) اس کتاب کے مولف ہیں۔ اس کتاب کا ذکر صاحب مشکوۃ نے مشکوۃ کے مقدمے میں کیا ہے۔ یہ ایک مشہور کتاب ہے، براکلمن نے اسے تفسیر غریب مافی الصحیحین لکھا ہے۔

قلمی نسخہ مکتبہ احمد تیمور میں موجود ہے۔[3]

۱۷۷۔ تقیید المہمل وتمییز المشکل

ابوعلی حسین بن محمد الجیلانی الحافظ (وفات ۴۹۷ھ) اس کتاب کے مولف ہیں۔ اس کتاب میں ان رواۃ کے نام ضبط کیے گئے ہیں، جن سے بخاری اور صحیح مسلم کے رجال میں لفظی اشتباہ پایا جاتا ہے۔ یہ کتاب دو اجزا میں ختم ہوئی۔

۱۷۸۔ کتاب الجمع بین رجال الصحیحین

علامہ مقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) اس کے مصنف ہیں۔ حیدرآباد کے مطبع دائرۃ المعارف میں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

۱۷۹۔ الجمع بین الصحیحین

ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمن الازدی الاشبیلی (وفات ۵۸۲) کی تصنیف ہے۔

۱؎ اتحاف النبلاء: ص ۱۷
۲؎ ایضاً
۳؎ براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۶۷

اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ نور عثمانیہ جامع شریف قسطنطنیہ میں موجود ہے۔

۱۸۰۔ کشف مشکل حدیث الصحیحین

ابوالفرج ابن الجوزی (وفات ۵۹۷ھ) نے یہ کتاب تصنیف کی۔ ۵۷۶ھ میں وہ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ بعض اہل علم نے اس کو مختصر بھی کیا ہے اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ لائق مصنف نے احادیث مشکلہ اور غیر مشکلہ دونوں کا ذکر کیا تھا اور زیادہ شافی حل نہیں کیا تھا، اس لیے اس صورت میں اس کا اختصار کیا گیا ہے کہ ایک صحابی کی حدیث کو ذکر کیا، پھر اس صحابی سے جس قدر حدیثیں آئی ہیں، ان کو ذکر کیا اور ترتیب یہ رکھی کہ متفق علیہ حدیث کا پہلے ذکر کیا اور پھر فقط بخاری کی حدیث کو بیان کیا۔ اس کے بعد صرف مسلم کی حدیث کا اندراج کیا۔ جن صاحب نے یہ خدمت انجام دی، وہ ۷۶۴ھ میں اس سے فارغ ہوئے۔

۱۸۱۔ المعلم فی مارواہ البخاری علی شرط مسلم

ابوالعباس بن الدومیہ احمد بن محمد الاشبیلی البنانی (وفات ۶۳۷ھ) اس کتاب کے مولف ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے اس کی اور کوئی تفصیل نہیں بتائی۔

۱۸۲۔ المنہل الجاری

شیخ قطب الدین محمد بن محمد الخیضری الدمشقی الشافعی (المتوفی ۸۹۴ھ) اس کے مولف ہیں۔ اسے سوال وجواب کی صورت میں تحریر کیا ہے جو فتح الباری سے ماخوذ ہیں۔[1]

۱۸۳۔ غایۃ المرام فی رجال البخاری

شیخ محمد بن داؤد بن محمد البازلی الکردی الحموی الشافعی (وفات ۹۲۵ھ) اس کے مولف ہیں۔ یہ کتاب ایک ضخیم جلد میں ہے۔ اس کا آغاز الحمد للہ الذی رفع منار الحق کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ لائق مصنف نے لکھا ہے کہ یہ علم حدیث

۱؎ اتحاف النبلاء: ص ۷۵

کی تحصیل میں مشغول رہا اور اس کے لیے تمام ملکوں میں پھرا، تکمیل کے بعد یہ کتاب حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھی۔ کتب خانہ نور عثمانیہ واقع قسطنطنیہ جامع شریفی میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۱۸۴۔ الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابہ

یہ کتاب امام عماد الدین یحییٰ بن ابوبکر العامری الیمانی نے تصنیف کی۔ علامہ عماد الدین نے اس کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے۔ پہلے ان صحابیوں کے نام گنوائے ہیں جو صحیحین میں مذکور ہیں اور ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ روایت یا رویت ثابت ہے۔ پھر متفق علیہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر افراد بخاری کا تذکرہ ہے اور پھر افراد مسلم کا۔

۱۸۵۔ رفع الالتباس

علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی اس کے مصنف ہیں۔

ایک رسالہ کسی نے عربی زبان میں صحیح بخاری مطبوعہ مصطفائی کے ساتھ علامہ عینی کی ان تقریرات کو لے کر شائع کیا تھا، جن میں امام بخاری کے ان اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں جو امام بخاری صحیح بخاری میں "قال بعض الناس" لکھ کر کرتے ہیں۔ اس رسالے کا نام "دفع الوسواس عن بعض الناس" ہے۔ علامہ شمس الحق[۱] نے اس رسالے کا جواب بنام "رفع الالتباس" شائع فرمایا اور اس پر اپنا نام ظاہر نہیں فرمایا۔ اس رسالے کی بعض تحقیقات قابلِ مطالعہ ہیں۔ علامہ عینی کی ان غلط فہمیوں کا نہایت تحقیق سے جواب دیا ہے جو ان کو امام بخاری کے بارے میں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوئی۔

۱۸۶۔ الفوائد المنتقیات المخرجۃ علی الصحیحین

تخریج ابوعبداللہ الحمیدی (المتوفی)

۱؎ علامہ ابوالطیب شمس الحق کے علاوہ بھی عینی کی تقریرات کے بہت سے لوگوں نے جواب لکھے ہیں اور امام بخاری کے اعتراضات کو صحیح قرار دیا ہے۔

یہ شیخ ابوبکر احمد بن بدران الحلوانی البغدادی (وفات ۵۰۷ھ) کے اصول سماعات سے ہے۔

۱۸۷۔ قرۃ العین فی اسماء رجال الصحیحین

اس کتاب کے مؤلف علامہ بحرانی ہیں۔ حیدر آباد (دکن) میں شائع ہوئی۔

۱۸۸۔ اطراف الصحیحین

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اطراف مستقل طور پر متعدد اہلِ علم نے لکھے ہیں۔ (علاوہ ان کے جو صحاح ستہ کے ہمراہ لکھے گئے ہیں) مثلاً:

۱۔ شیخ حافظ امام ابومسعود ابراہیم بن محمد بن عبید الدمشقی (متوفی ۴۰۰ھ) نے
۲۔ ابومحمد خلف بن محمد بن علی بن حمدون الواسطی (متوفی ۴۰۱ھ) نے

ان دونوں کا ذکر حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی کتاب الاشراف کے شروع میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ خلف کی کتاب باعتبار ترتیب کے بہت عمدہ ہے۔ ضبط اور وہم اس میں بہت کم ہے۔ اسی وجہ سے الاشراف میں ہم نے اس پر اکتفا کی۔

۳۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ) نے۔ اور
۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے[۱]

۱۸۹۔ مفتاح صحیح البخاری

علامہ احمد شاکر نے جامع ترمذی مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ کچھ عرصہ ہوا محمد بن شریف بن المصطفیٰ التوقادی نے جو کہ آستانہ کے علماء میں سے ہیں، دو کتابیں تالیف کیں، ایک مفتاح صحیح البخاری اور ایک مفتاح صحیح مسلم، ان دونوں کی تالیف سے وہ ۱۳۱۲ھ میں فارغ ہوئے اور ۱۳۱۳ھ میں آستانہ میں ان کو طبع کروایا۔

انھوں نے اس مفتاح کو حروفِ تہجی کے لحاظ سے باعتبار اوائل لفظ نبوی ترتیب دیا ہے اور ہر حدیث کو ابواب اور کتب کے حوالے سے درج کیا ہے، نیز اجزا اور

۱؎ اتحاف النبلاء: ص ۲۰

صفحات بھی درج کیے ہیں۔ متن بخاری کے ساتھ ابن حجرؒ، عینیؒ اور قسطلانیؒ کی شروح کے حوالے بھی دیے ہیں۔

۱۹۰۔ نبراس الساری فی اطراف البخاری

اس کا موضوع بھی وہی ہے جو مفتاح صحیح البخاری کا ہے۔ مولوی عبد العزیز صاحب اس کے مصنف ہیں۔ انھوں نے صحیح بخاری کی احادیث کے اطراف جمع کیے ہیں اور ایک ایک حدیث کے متعلق بتایا ہے کہ وہ کس کس باب میں مختصر یا مطوّل آئی ہے۔ مصنف نے فتح الباری اور عمدۃ القاری کے صفحات بھی ذکر کر دیے ہیں۔ یہ کتاب اوّل الذکر سے زیادہ مفید ہے۔

۱۹۱۔ مفتاح البخاری

اس کتاب کے مولف محمد شکری بن حسن ہیں۔ یہ کتاب استنبول میں ۱۳۱۳ھ میں طبع ہوئی[1]

۱۹۲۔ مفتاح کنوز البخاری

یہ کتاب محمد فؤاد عبد الباقی کی تصنیف ہے جو قاہرہ میں ۱۹۳۵ھ میں چھپی۔

اب ذیل میں صحیح بخاری کی فارسی شروح کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۹۳۔ شرح صحیح البخاری

یہ کتاب شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین نے تالیف کی، جنھوں نے ۱۰۸۰ھ کے قریب وفات پائی۔ یہ فارسی میں صحیح بخاری کی بہت عمدہ شرح ہے۔

۱۹۴۔ شرح صحیح الباری

اس کے مصنف شیخ الاسلام بن محب اللہ بخاری دہلوی ہیں[2]

۱۹۵۔ شرح صحیح البخاری

اس کے مصنف کا پتا نہیں چل سکا۔ قلمی نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں

---

[1] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۷

[2] ایضاً ص ۱۷۴

ہے، جس کا نمبر ۳۰۸ ہے[1]

۱۹۶۔ تیسیر القاری

یہ علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق دہلوی (وفات ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء) کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ جس زمانے میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فارسی میں مشکوٰۃ کی شرح لکھنی شروع کی، اسی زمانے میں ان کے صاحب زادے علامہ نور الحق دہلوی نے صحیح بخاری کی شرح فارسی میں لکھنی شروع کی تھی۔

قلمی نسخے المکتبۃ المندی، پشاور، بانکی پور میں موجود ہیں۔ یہ شرح ۱۳۰۵ھ میں لکھنؤ سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی[2]

۱۹۷۔ منح الباری

شیخ محمد حسن بن محمد صدیق پنجابی معروف بہ علامہ دراز پشاوری (المتوفی ۱۲۶۰ھ) کی تصنیف کردہ فارسی شرح بہت مفید ہے۔ یہ بھی لکھنؤ میں طبع ہو چکی ہے[3]

۱۹۸۔ شرح فارسی

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس کے مصنّف ہیں۔ یہ شرح فارسی تیسیر القاری سے مختصر ہے۔ گویا ایک مطلب خیز ترجمہ ہے اور جا بجا ایضاحات اور نہایت ضروری باتیں رقم فرمائی ہیں۔

یہ شرح لکھنؤ میں طبع ہوئی۔

بقایا ثلاثیات درج کی جاتی ہیں:

۱۹۹۔ شرح ثلاثیات البخاری

از محمد شاہ ابن الحاج حسن (وفات ۹۳۹ھ) اس کے مولف ہیں۔ ثلاثیات البخاری پر ایک عمدہ اور لطیف شرح ہے۔

---

[1] براکلمن: ج ۳۔ ص ۱۷۴

[2] الثقافت الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۵۱

[3] ایضاً

۲۰۰۔ فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری

علامہ ابوطیب شمس الحق العظیم آبادی کی ایک لطیف شرح ہے۔

۲۰۱۔ اعانۃ القاری

از شیخ یحییٰ ابن امین العباسی الہ آبادی (شرح بسیط)

۲۰۲۔ انعام المنعم الباری لشرح ثلاثیات البخاری

مولوی عبدالصبور بن مولانا عبدالتواب ملتانی نے بزمانہ طالب علمی فتح الباری، قسطلانی، داؤدی، سندھی وغیرہ سے اخذ کرکے ثلاثیات بخاری کی یہ شرح مرتب کی تھی۔ ۱۳۵۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔

۲۰۳۔ درۃ الدراری فی شرح رباعیات البخاری

رباعیات البخاری سے مراد وہ احادیث ہیں، جن کی سند چار واسطوں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ علامہ احمد بن محمد شامی شافعی نے ایسی احادیث منتخب کی ہیں اور ان کی شرح زرکشی اور کرمانی سے اخذ کی گئی ہے۔ ہر حدیث کی شرح کے بعد قُلْتُ لکھ کر اپنی تحقیقات اور رائے قلم بند کردی ہے۔

۲۰۴۔ مفتاح کنوز السنۃ

محمد فؤاد عبدالباقی نے اسے مرتب کیا اور بہت سی دیگر کتب حدیث کے ساتھ صحیح بخاری کے مضامین کی پوری اور تفصیلی فہرست بر ترتیب حروف تہجی درج کی ہے۔ اگر کوئی شخص بخاری کے کسی عنوان کو دیکھنا چاہے تو یہ کتاب اس کی پوری راہنمائی کرتی ہے۔

۲۰۵۔ مشارق الانوار

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ (وفات ۵۴۹ھ) اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ اس میں دوسری کتب حدیث کے ساتھ صحیح بخاری کی غریب حدیث کی تفسیر ہے۔

کتاب مشارق الانوار فی تفسیر غریب حدیث الموطا والبخاری و مسلم وضبط الالفاظ والتنبیہ علی مواضع الاوھام والتضعیفات و

ضبط اسماء الرجال وھو کتاب لو کتب بالذھب او وُزِنَ بالجوھر لکان قلیلاً فی حقہ[1]

یعنی کتاب مشارق الانوار ان غریب احادیث کی شرح ہے جو موطا، بخاری اور مسلم میں درج ہیں، نیز اس میں ان کے مشکل الفاظ کو ضبط کیا گیا ہے اور مقاماتِ اوہام و تضعیفات سے قاری کو خبردار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں راویوں کے نام ضبط کیے گئے ہیں اور ان کے صحیح اعراب بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس درجے اہمیت کی حامل ہے کہ اگر یہ خالص سونے سے لکھی جاتی اور جواہر سے تولی جاتی، تب بھی اس کی افادیت و اہمیت کا پورا حق ادا نہ ہو پاتا۔

۲۰۶۔ النصیحۃ فی شرح البخاری

از ابی جعفر احمد بن نصر الاسدی الداؤدی، وفات ۴۰۲ھ[2]

---

[1] کتاب الدیباج المذھب: ابن فرحون ص ۱۷۰

[2] ایضاً ص ۳۵

٣٥ - سنن ابن ماجہ : ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ - کراچی نور محمد ۱۳۷۲ھ
٣٦ - سنن دارمی : امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی - کان پور - ۱۲۹۳ھ
٣٧ - سیرت رسول اللہؐ - ابن ہشام : مطبع مصطفیٰ مصر ۱۳۵۵ھ
٣٨ - مرقاۃ المفاتیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح : علی القاری - قاہرہ
٣٩ - اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ : ابن الاثیر - قاہرہ ۱۲۸۶ھ
۴٠ - سنن دارقطنی : امام ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی - دہلی ۱۳۰۶
۴١ - کتاب المیزان : امام الشعرانی - طبع قاہرہ
۴٢ - کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال : شیخ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی
البرہان مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۱۳ھ
۴٣ - کتاب الدیباج : ابن فرحون - طبع اوّل مصر ۱۳۵۱ھ
۴۴ - نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر : ابن حجر عسقلانی - کتب خانہ رحیمیہ دیوبند -
۴۵ - البدر الطالع : (محمد بن علی) امام شوکانی - جلد اوّل و دوم - طبع اوّل ۱۳۴۸ھ
مطبع سعادت - قاہرہ
۴٦ - التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح : محمد ادریس کاندھلوی -
طبع اوّل حیدر آباد (دکن) ۱۳۵۴ھ
۴٧ - الضوء اللامع شمس الدین سخاوی - طبع اوّل - مصر -
۴٨ - Indias contribution by Mohammad
Ishaq. to the study of Hadith literature
LAHORE 1955.
۴٩ - الثقافت الاسلامیہ فی الہند : عبد الحی الحسنی دمشق ۱۹۵۸ء
٥٠ - حیات بخاری : جمال الدین قاسمی - مطبع العرفان - سیدالسنتہ ۱۳۳۰ھ
٥١ - حسن المحاضرہ : امام جلال الدین السیوطی - مکتبہ شرفیہ مصر
٥٢ - النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ : ابن تغری بردی -

٥٣ - ماہنامہ رحیق : مدیر عطاء اللہ حنیف اکتوبر ۱۹۵۶ء
٥۴ - سیرت البخاری : عبد السلام مبارک پوری - طبع اوّل ۱۳۲۹ھ الہ آباد -
٥٥ - ھدی الساری مقدمہ فتح الباری : حافظ ابن حجر العسقلانی ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۷ھ
٥٦ - اتحاف النبلاء : نواب سید صدیق حسن خان - مطبع نظامی کان پور ۱۲۸۸ھ
٥٧ - الحطہ فی ذکر صحاح ستہ : نواب سید صدیق حسن خان مطبع نظامی کان پور ۱۲۸۳ھ
٥٨ - فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث : شمس الدین محمد سخاوی مطبع انوار محمدی ۱۳۰۱ھ
٥٩ - باب الاعتصام بالسنۃ : الفتح الربانی - مسند احمد تبویب جدید -
٦٠ - الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ : حافظ ابن حجر عسقلانی - طبع اوّل -
حیدر آباد (دکن)


INSTITUTE OF ISLAMIC CULTURE
LAHORE PAKISTAN
ادارہ ثقافت اسلامیہ